REGISTRED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPER FOR INDIA AT NO R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔ و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO P/GDP-23

جلد ۴۴ — شمارہ ۲۶

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر: منیر احمد خادم

نائبین: قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

شرح چندہ: سالانہ ۔۔۔ روپے ۔ بیرونی ممالک: بذریعہ ہوائی ڈاک ۲۰ پاؤنڈ یا ۴۰ ڈالر امریکن ۔ بذریعہ بحری ڈاک دس پاؤنڈ یا ۲۰ ڈالر امریکن

THE WEEKLY BADR QADIAN-143516

ہفت روزہ ۔۔۔ قادیان ۱۴۳۵۱۶

۲۹ محرم ۱۴۱۶ ہجری ۔ ۲۹ احسان ۱۳۷۴ ہش ۔ ۲۹ جون ۱۹۹۵ء

اخبار احمدیہ

لندن ۲۶ احسان (ایم ٹی اے) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں احباب جماعت اپنے جان و دل سے پیارے آقا کی صحت و سلامتی درازی عمر مقاصد عالیہ میں معجزانہ کامیابیوں اور خصوصی حفاظت کے لئے درد دل سے دعائیں جاری رکھیں۔

-:-

بڑا ہی عقلمند اور حکیم وہ ہے جو نیکی سے دشمن کو شرمندہ کرتا ہے

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"اس بات کو بھی خوب یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے دو حکم ہیں اول یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو نہ اس کی ذات میں نہ صفات میں نہ عبادات میں۔ اور دوسرے نوع انسان کی ہمدردی کرو۔ اور احسان سے یہ مراد نہیں کہ اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں ہی سے کرو بلکہ کوئی ہو۔ آدم زاد ہو اور خدا تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی بھی ہو۔ مت خیال کرو کہ وہ ہندو ہے یا عیسائی۔ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا انصاف اپنے ہاتھ میں لیا ہے وہ نہیں چاہتا کہ تم خود کرو۔ جس قدر نرمی اختیار کرو گے اور جس قدر فروتنی اور تواضع کرو گے اللہ تعالیٰ اسی قدر تم سے خوش ہوگا۔ اپنے دشمنوں کو تم خدا تعالیٰ کے حوالے کرو۔ قیامت نزدیک ہے۔ تمہیں ان تکلیفوں سے جو دشمن تمہیں دیتے ہیں گھبرانا نہیں چاہیئے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تم کو ان سے بہت دکھ اٹھانا پڑے گا کیونکہ جو لوگ دائرہ تہذیب سے باہر ہو جاتے ہیں ان کی زبان ایسی چلتی ہے جیسے کوئی پل ٹوٹ جاوے تو ایک سیلاب پھوٹ نکلتا ہے۔ پس دیندار کو چاہیئے کہ اپنی زبان کو سنبھال کر رکھے۔

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب انسان کسی کا مقابلہ کرتا ہے تو اسے کچھ نہ کچھ کہنا ہی پڑتا ہے جیسے مقدمات میں ہوتا ہے اس لئے آرام اسی میں ہے کہ ایسے لوگوں کا مقابلہ ہی نہ کرو۔ سدّباب کا طریق رکھو اور کسی سے جھگڑا مت کرو۔ زبان بند رکھو۔ گالیاں دینے والے کے پاس سے چپکے سے گزر جاؤ گویا سنا ہی نہیں اور ان لوگوں کی راہ اختیار کرو جن کے لئے قرآن شریف نے فرمایا ہے "واذا مروا باللغو مروا کراما" اگر یہ باتیں اختیار کرو گے تو یقیناً یقیناً اللہ تعالیٰ کے سچے مخلص بن جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی رپورٹ کی حاجت نہیں۔ وہ خود دیکھتا ہے اور سنتا ہے اگر تم تین ہو تو چوتھا خدا ہوتا ہے۔ اس لئے خدا کو اپنا نمونہ دکھاؤ۔

اگر تمہارے نفسانی جوش اور بد زبانیاں ایسی ہیں جیسے تمہارے دشمنوں کی ہیں پھر تم ہی بتاؤ کہ تم میں اور تمہارے غیروں میں کیا فرق اور امتیاز ہوا؟ تمہیں چاہیئے کہ ایسا نمونہ دکھاؤ کہ جو مخالف خود شرمندہ ہو جاوے بڑا ہی عقلمند اور حکیم وہ ہے جو نیکی سے دشمن کو شرمندہ کرتا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ نرمی اور رفق سے معاملہ کرو۔ اپنی ساری مصیبتیں اور بلائیں خدا تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ یقیناً سمجھو اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ ہر شخص کی شرارت پر صبر کرتا ہے اور خدا پر اسے چھوڑتا ہے تو خدا تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرے گا۔ اگرچہ دنیا میں ایسے آدمی موجود ہیں جو ہنسی کریں گے۔ اور ان باتوں کو سن کر ٹھٹھا کریں گے مگر تم اسکی پروا نہ کرو۔ خدا تعالیٰ خود اس کے لئے موجود ہے۔ وہ خدا پرانا نہیں ہو گیا جیسے انسان بڈھا ہو کر پیر فرتوت ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ وہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے وقت تھا اور وہی خدا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا۔ اس کی وہی طاقتیں اب بھی ہیں جو پہلے تھیں۔ لیکن جو کچھ میں کہتا ہوں تم اس پر عمل نہ کرو تو میری جماعت میں نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے مصالح کو خوب جانتا ہے۔ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے ہمیں مارا اور مسجد سے نکال دیا۔ میں یہی جواب دیتا ہوں کہ اگر تم جواب دو تو میری جماعت میں سے نہیں۔ تم کیا چیز ہو۔ صحابہؓ کی حالت کہ ان کے کس قدر خون گرائے گئے۔ پس تمہارے لئے اسوہ حسنہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ دیکھو وہ کیسے دنیا سے باہر ہو گئے تھے۔ انسان میں جس قدر جوش ہوتے ہیں وہ دنیا کے لئے ہی ہوتے ہیں کسی ہنگامہ کی خبر دنیا کا مال ہر بیٹی بیٹا داماد خدا سے آتی ہے ماسوا اس کے سوا جھوٹی عزتوں کا کیا ہے۔ نبیوں سے بڑھ کر عزت کسی کی نہیں مگر دیکھو انہیں کیسے کیسے دکھ دئے گئے۔ نمازیں ان پر گندے گوبر ڈالے گئے قتل کے ارادے کئے گئے اور آخر مکہ سے نکالا گیا لیکن خدا تعالیٰ کے حضور آپ کی وہ عزت اور عظمت ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" (آل عمران: ۳۲) رسول اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو خدا تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ بغیر اس کے یہ مقام مل ہی نہیں سکتا۔ (ملفوظات حضرت مسیح موعود)

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: نگران بورڈ بدر قادیان۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۲۹ احسان ۱۳۷۴ ہش

مشترکہ سول کوڈ کی پکار

اور

حقیقت پسندانہ جائزہ

گذشتہ گفتگو میں ہم نے ہندو میرج ایکٹ کے حوالے سے یہ بات ثابت کی تھی کہ ہندو میرج ایکٹ ۱۹۵۵ء کی کئی دفعات قرآن مجید کے سنہری اصولوں سے لی گئی ہیں۔ اور یہ کہ آج کا ہندو میرج ایکٹ دراصل اسلام کا ہی مرہون منت ہے ورنہ اسی کا بنیادی ڈھانچہ جو ہندو مقدس کتب کی روشنی میں تھا آج بالکل مسخ ہو چکا ہے۔ ہندو میرج میں اصلاحات کر کے نہ صرف اسلام نے ہندو معاشرے کی اصلاح کی ہے بلکہ ہندو عورت اور تمام ان عورتوں پر بھی احسان عظیم کیا ہے جو ہندو لاء کے تحت آتی ہیں اور جن میں بدھ، جینی، سکھ وغیرہ شامل ہیں۔ ہندو مقدس کتب کی روشنی میں ایک قسم کی شادی کو راکشس شادی کہا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکی کو اس کی مرضی کے بغیر اس کے گھر سے بھگا کر لے جانا اور پھر شادی رچانا اور بالخصوص کھتریوں کو ترغیب دی گئی ہے کیونکہ بہادری کے کام ان کے ذمہ ہیں اس لئے وہ راکشس شادی کو اپنائیں۔ (دیکھو منوسمرتی ادھیائے ۳ منتر ۳۳ مطبوعہ سندھیر پرکاش ہردوار) چنانچہ آج بھی ہندوستان کے کئی علاقوں میں لڑکی کو زبردستی گھر سے اٹھا کر لے جایا جاتا ہے اور بعد میں ماں باپ مجبوراً اپنی لڑکی کی شادی اُسی سے کر دیتے ہیں جوان کی لڑکی کو بھگا کر لے جاتا ہے اسی طرح کئی علاقوں میں آج بھی کئی بھائی ایک ہی لڑکی سے شادی کرتے ہیں لیکن آج کے پڑھے لکھے اور سنجیدہ طبقہ کے ہندو شادی کی ان طرزوں کو پسند نہیں کرتے اور اُسی فطری شادی کو پسند کرتے ہیں جو اسلام نے سکھائی اور جس کی دفعات آج ہندو میرج ایکٹ میں شامل ہیں۔

یہ تو تھی شادی کی بات علاوہ اس کے اور بہت سے قوانین بھی ہندو لاء میں ایسے ہیں جو شریعت قرآنی سے لیئے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر ہندو مقدس کتب کی روشنی میں باپ کے ورثے کا تمام تر حق صرف اس کے لڑکوں کو ملتا ہے۔ بلکہ منوسمرتی کے مطابق تو ورثے کا اصلی مقدار بڑا لڑکا ہی ہوتا ہے (دیکھو منوسمرتی ادھیائے ۹ منتر ۱۰۵-۱۰۶ سندھیر پرکاش ہردوار)

اس لیئے شادی کے بعد شدت سے لڑکے کا انتظار کیا جاتی ہے اس کو خاندان کی جائیداد کا وارث سمجھا جاتا ہے اس کے ناز و نخرے اٹھائے جاتے ہیں اور بالمقابل اس کے زمانہ جاہلیت کے عربوں کی طرح لڑکیوں کو خاندان کے لیئے ایک بوجھ اور عار سمجھا جاتا ہے۔ لڑکی کی پیدائش پر ناک منہ چڑھائے جاتے ہیں یہاں تک کہ بعض دفعہ لڑکی پیدا کرنے والی ماں کو بھی انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

لیکن اسلام نے لڑکا اور لڑکی ہر دو کو برابر کے حقوق عطا کئے ہیں۔ تقسیم ورثہ میں بھی لڑکیوں کا حصہ رکھا ہے۔ اور اس سے آج HINDU SUCCESSION ACT 1955 میں بھی لڑکیوں کو ورثہ میں حقدار قرار دیا گیا ہے۔ وہ الگ بات ہے کہ اسلام کی پر حکمت تعلیم کو نظر انداز کر کے لڑکیوں اور لڑکوں کو برابر کے حقدار قرار دیا گیا ہے جبکہ اسلام اس بلیغ حکمت کے تحت لڑکے کو دوگنا اور لڑکی کو ایک گنا حق عطا کیا ہے کہ لڑکے کے ذمہ گھر بھر کے اخراجات کو چلانا بھی ہوتا ہے اور دوسری طرف لڑکی کو اپنے خاوند سے مہر اور دیگر حقوق بھی مل جاتے ہیں اور شادی سے قبل باپ اور شادی کے بعد خاوند اس کے تمام تر نان و نفقہ کا ذمہ دار ہوتا ہے

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندو لاء نے اپنے بہت سے اصول اسلامی قوانین سے لیئے ہیں لیکن چونکہ اسلامی حکمت و فلسفہ کو سمجھا نہیں گیا اس لئے اکثر ہندو قوانین ہمیں نظم و ضبط اور ترتیب و ربط کے اصولوں سے خالی نظر آتے ہیں اور بعض مواقع پر عجیب قسم کے مخمصے اور دلدل میں پھنسے ہوئے نظر آتے ہیں گویا منتشر الدماغ نے سدھار کی خاطر اِدھر اُدھر کی باتوں کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہو۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اسلامی قوانین لئے تو گئے لیکن کھل کر ان کا اظہار مناسب نہیں سمجھا گیا اس لئے ہمیں ہندو لاء میں اسلامی عناصر کی موجودگی کے باوجود اسلامی فلسفہ و شعور کا فقدان نظر آتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ بناوٹی پھول کو کتنا ہی خوبصورت اور نیچرل بنانے کی کوشش کی جائے لیکن اصل تازگی اور خوشبو جاذبیت و طراوت بھلا اس میں کہاں سے بھری جا سکتی ہے۔

باتیں تو بہت سی ہیں لیکن اتنی ہی گفتگو سے قارئین نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ اب تک کے اس سفر میں ہندو قوانین مسلم قوانین کے ساتھ مشترک ہوئے ہیں یا مسلم قوانین ہندو قوانین کے ساتھ حقیقت یہ ہے کہ وقت وقت پر بنیادی ہندو قوانین میں ترامیم ہوئی ہیں اور انہیں مسلم قوانین کا سہارا لینا پڑ رہا ہے۔ لہذا آئندہ بھی مشترکہ سول کوڈ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہندو قوانین کو مسلم قوانین کے مطابق ڈھال دیا جائے۔ آئین کی گزشتہ تاریخ کی روشنی میں مشترکہ سول کوڈ کے قیام یہی ایک ذریعہ معلوم ہوتا ہے۔

جہاں تک تعدد ازدواج یعنی ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کا تعلق ہے تو یہ بات یقینی اور قطعی ہے کہ ایک انسان کو اپنی زندگی میں بعض ایسی حقیقی ضرورتیں بھی پیش آجاتی ہیں کہ وہ ایک سے زائد شادی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اس وقت یہ ایک مرد کی فطری خواہش و ضرورت بن جاتی ہے اس کی مثال میں اس عورت کو پیش کیا جا سکتا ہے جو شادی کے بعد اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ ہو یا دائم المریض ہو یا خطرناک مرض میں مبتلا ہو تو کیا ایسی صورت میں ایک مظلوم عورت کو دھکا مار دیا جائے، ہرگز نہیں بلکہ مرد کو حق دیا گیا ہے کہ وہ مذکورہ مجبوریوں اور ان کے علاوہ اور بہت سی مجبوریوں کے پیش نظر اپنے فطری تقاضے کو ضرور پورا کرے لیکن اس کے لئے ایک ضروری شرط یہ قرار دی ہے کہ بیویوں کے درمیان انصاف کے پہلو کو مدنظر رکھے اور اگر انصاف نہیں کر سکتا تو پھر ہرگز دوسری شادی کی اجازت نہیں (النساء: ۴)

علاوہ ان انفرادی ضرورتوں کے بعض دفعہ تعدد ازدواج کی قومی ضرورتیں بھی سامنے آجاتی ہیں اگر کہیں خوفناک جنگ ہو اور کثرت سے مرد مارے جائیں عورتیں بیوائیں ہو جائیں بچے یتیم ہو جائیں تو ایسی صورت میں بیواؤں کے ساتھ شادی اور ان کے یتیم بچوں کی صحیح نگہداشت یقیناً معاشرے کے لئے عصمت و عزت کے قیام کا باعث (باقی صفحہ پر)

ارشاد نبوی ﷺ
اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ
(دین کا خلاصہ خیر خواہی ہے)
—(منجانب)—
بعض اراکین جماعت احمدیہ بمبئی

طالبانِ دعا:-
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
۱۶- امیہ ٹینگو لین کلکتہ ۷۰۰۰۱

YUBA
QUALITY FOOT WEAR
بانی پولیمرز
کلکتہ ۷۰۰۰۴۶
ٹیلیفون نمبرز
43-4028-5137-5206

خطبہ جمعہ

اب ضرورت ہے کہ اس جماعت کے شوریٰ کے نظام کے چارٹر کو تمام ان عجمی زبانوں میں ترجمہ کر کے نشر کیا جائے جہاں جہاں مجلس شوریٰ قائم کی گئی ہے

ارشاد فرمودہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بتاریخ ۳۱ ر امان (مارچ) ۱۳۷۴ ہش / ۱۹۹۵ء بمقام مسجد فضل لندن

خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر، الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے۔

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کی تلاوت فرمائی:-

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

یہ سورہ شوریٰ کی انتالیسویں آیت ہے جو میں نے ابھی آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "والذین استجابوا لربھم" یعنی وہ لوگ جو اپنے رب کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور اس کے ارشادات کی پیروی پر ہمہ تن تیار رہتے ہیں۔ "واقاموا الصلوٰۃ" اور نماز کو قائم کرتے ہیں "وامرھم شوریٰ بینھم" اور ان کے معاملات آپس میں مشورے سے طے پاتے ہیں "ومما رزقنھم ینفقون" اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

آج اس آیت کا انتخاب اس لئے کیا ہے کہ آج پاکستان کی مجلس شوریٰ منعقد ہو رہی ہے اور چونکہ میں خود وہاں ذاتی طور پر ایک عرصے سے شمولیت سے محروم ہوں اس لئے انجمن کی ہمیشہ یہ خواہش رہی اور ناظر صاحب اعلیٰ مجھے یہ لکھتے رہے کہ ایسے موقع پر کوئی پیغام بھیج دیا کریں۔ تو پہلے تو پیغاموں پر ہی گزارا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ فضل فرمایا ہے کہ میں خود اب شوریٰ میں ان کے ساتھ شامل ہو رہا ہوں اور اس خطبے کے ذریعہ ان سے ایسے خطاب کر رہا ہوں جیسے ان کے سامنے کھڑا بول رہا ہوں۔ اگرچہ یہ وقت ایسا ہے کہ شاید وہ ایک جگہ سب اکٹھے نہ ہو سکے ہوں کیونکہ پاکستان کے وقت کے لحاظ سے شوریٰ کا اجلاس ختم ہو چکا ہو گا۔ لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ بعض ٹولیوں کی صورت میں بعض جگہوں پر مجلس شوریٰ کے ممبران اکٹھے بیٹھ کر بھی اس خطاب کو سن رہے ہوں گے۔

اس آیت کریمہ کے اندر جو اور مضامین ہیں ان میں پہلے ایک مضمون کی طرف میں خصوصیت سے توجہ دلانا چاہتا ہوں جو قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت اور اس کے الٰہی کلام ہونے کا ایک عظیم ثبوت ہے۔ تمام قرآن کریم میں جہاں بھی اقامت الصلوٰۃ کا ذکر آیا ہے وہاں "رزقنھم ینفقون" کا ذکر اس کے ساتھ ہی باندھا گیا ہے اور آپ کو درمیان میں کوئی فرق دکھائی نہیں دے گا مگر اس آیت میں ایک استثنائی انداز بیان ہے۔ فرمایا۔ "والذین استجابوا لربھم" وہ جو اللہ کی ہر آواز پر لبیک کہتے ہیں۔ "واقاموا الصلوٰۃ" اور نماز کو قائم کرتے ہیں۔ پھر یہ نہیں فرمایا "ومما رزقنھم ینفقون" فرمایا "وامرھم شوریٰ بینھم" ان کے اہم معاملات شوریٰ سے طے پاتے ہیں "ومما رزقنھم ینفقون" تو جو کچھ ہم ان کو عطا کرتے ہیں اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔

تو حقیقت میں بنیادی وجہ مشورہ مالی اخراجات ہیں۔ اور اس شوریٰ کا باقی دنیا کی مجالس سے ایک امتیاز دکھا دیا گیا جہاں تمام قوانین کے امور بھی ان کی مجالس شوریٰ ہی طے کرتی ہیں اور ELECTED BODIES خواہ وہ کسی طریق پر منتخب ہوئی ہوں یعنی ڈیماکریسی کے ذریعہ جو قانون کا گھر بنایا جاتا ہے۔ اس کو اختیار ہوتا ہے کہ ہر قسم کے قوانین بھی وہ خود بنائے مگر مسلمانوں کی شوریٰ میں قانون سازی کا کوئی موقع نہیں نہ اس کا ذکر ممکن ہے کیونکہ صاحب امر نے اس نے قانون بنا دئے فرما دیئے ہیں لیکن چونکہ دو بنیادی ستون ہیں ہر مجلس شوریٰ کے خواہ اس کا نام مجلس شوریٰ ہو یا پارلیمنٹ رکھا جائے اول قانون سازی عمومی معاملات سے تعلق رکھنے والی اور سب سے اہم بات بجٹ ہے۔

بجٹ بنانا تمام سال کی ان کی مجالس کی دلچسپیوں میں سب سے اہم واقعہ ہوتا ہے اور بجٹ کے اجلاس کو ساری دنیا کے اخبار اپنے اپنے ملکوں میں اچھالتے ہیں یعنی سب دنیا کے ملکوں کے اخبار اپنے اپنے دائرے میں اچھالتے ہیں۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن بھی آج کل تبصروں میں لگ جاتے ہیں جب کہ روزمرہ کے قانون سازی کے امور ہیں ان کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی، بعض دفعہ خاص موقعوں پر دے بھی دی جاتی ہے۔ یا دی نہیں جاتی ہے لیکن مالی اخراجات سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ پس مسلمانوں کے لئے شوریٰ کے دوران چونکہ قانون سازی ان معنوں میں تو ممکن ہی نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی شریعت میں کوئی دخل دیں اور اس میں کچھ اضافے کریں۔ یا ان میں سے کوئی کمی تجویز کریں وہ تو دائمی شریعت ہے۔ پس سب سے اہم چیز باقی رہ جاتی ہے وہ بجٹ ہے اور مالی معاملات پہ غور کرنے کے لئے وہ آپس میں مشوروں کے بعد فیصلے کرتے ہیں اور اس پہلو سے ساری قوم اعتماد میں آجاتی ہے۔ اور بعینہ یہی نظام ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت احمدیہ میں ہر جگہ قائم ہے تو آج میں "امرھم شوریٰ بینھم" کو داخل کرنا بہت ہی اہم مضمون ہے۔

اس مضمون سے تعلق میں مزید جو باتیں میں آپ کے سامنے رکھنی چاہتا ہوں وہ یہ ہیں کہ دو طرح کی آیات ہیں یا دو آیات ہیں جو شوریٰ کے مضمون پر خصوصیت سے روشنی ڈالنے والی ہیں۔ ایک حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم کے حوالے سے اور ایک امت کے عمومی حوالے سے ہے۔ یہ جو آیت میں نے پڑھی ہے یہ امت کے حوالے سے ہے جہاں تک مالی اخراجات کے آخری فیصلے کا اختیار ہے وہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ہی کو حاصل رہا اور آپ ہی یہ فیصلے فرمایا کرتے تھے اور جو مشورہ کرتے تھے وہ پارلیمنٹ کے مشورے کی طرح نہیں تھا کہ جو مشورہ دیا جائے اسی پر ضرور عمل کریں۔

آپ کے متعلق خدا تعالیٰ نے دوسری جگہ یہ فرمایا ہے "فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم" کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ خاص اللہ کی رحمت ہے تجھ پر کہ تو ان کے لئے نرم ہو گیا ہے۔ اور خاص رحمت اور نرمی کا صحابہ کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے تعلق میں کیوں ذکر فرمایا گیا سب سے پہلے تو یہ بات قابل غور ہے۔

صحابہ ایک ایسی اکھڑ قوم سے آئے تھے جو بہت انانیت رکھتی تھی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں خودسری اور عزت نفس کے معاملات اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور عزت نفس کے تعلق میں بعض ایسی جنگیں بھی ہوئی ہیں عربوں کے درمیان، کہ معمولی سی بات کے نتیجہ میں دو دو سو سال تک جنگ جاری رہی اور قبائل کی دشمنیاں قدیم سے چلتی چلی جا رہی تھیں۔ پس یہ وہ قوم تھی جس میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے قدم رکھا اور ان کے بغضوں کو ٹھنڈا کر دیا۔

"لنت لھم" میں ایک معنیٰ یہ ہے کہ ان کا علاج غیر معمولی محبت اور شفقت تھا اس کے بغیر ان کے سخت دلوں کی اصلاح ممکن نہیں تھی۔ پس خدا نے تجھے وہ غیر معمولی صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ جس کے ذریعہ ایسی پتھر دل قوم کو بھی تو موم کی طرح پگھلا رہا ہے اور اگر تو ان کے دلوں کا علاج نہ کرتا اور ایک عام آدمی کی طرح ان جیسا ہی خلق دکھاتا تو یہ تجھے چھوڑ کر تجھ سے دور بھاگ جاتے۔ اس مضمون میں اس عظیم انقلاب کو مختصر لفظوں میں بیان فرما دیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عربوں کی سرشت میں پیدا کر دیا ہے۔ جو سینکڑوں سال سے یا ہزار سال سے بھی زیادہ عرصے سے ان کی فطرت ثانیہ بن چکے تھے ان رجحانات کو تبدیل کر دیا ہے اور تھوڑے عرصہ کے اندر یہ عظیم انقلاب برپا کیا ہے وہ غیر معمولی نرمی اور شفقت تھی آپ کی جس کی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ان کے دل جیتے ہیں تب وہ اس قابل ہوئے ہیں کہ اپنی گردنیں محمد رسول اللہ کے حکم اور خدا کے حکم کے سامنے جھکائیں۔

دلوں کے جیتے بغیر استجابت کا مضمون نہیں بنتا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جب تک دل مائل نہ ہوں اس وقت تک صحیح معنوں میں حکم کی پابندی ممکن ہی نہیں ہے۔ بعض لوگ جو بڑبڑاتے ہوئے کام کرتے ہیں اور اعتراض بھی کرتے جاتے ہیں کہ جی ہم حکم تو مانتے ہیں مگر۔ ان کی ساری طاقتیں اس حکم کے خلاف کام کر رہی ہوتی ہیں۔ لیکن ظاہری طور پر جسم اس کے مطابق کام کر رہا ہوتا ہے اور ان کے اس تعاون میں کوئی بھی برکت باقی نہیں رہتی اس لئے استجابت کا جو اصل مضمون ہے جو میں نے اس آیت کے حوالے سے پیش کیا تھا وہ یہ ہے کہ اپنی تمام طاقتوں سے خواہ قلبی ہوں یا دماغی ہوں یا روحانی ہوں یا جسمانی ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اطاعت کی گردن جھکا دیتے ہیں یہ ہے استجابت۔ تو اس استجابت کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ان کو تیار کیا ہے اور یہ اللہ کی خاص رحمت تھی جو آپ کو خلق عظیم عطا فرمایا اور اس نتیجہ میں پھر ان دلوں کو ان سنگ دلوں کو موم میں تبدیل کیا۔ پگھلایا اور جاں نثاروں میں تبدیل کر دیا۔

دوسری جگہ قرآن کریم نے اسی مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ادْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ
اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ
وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝ وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا
وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ ۝ (سورۃ حٰم سجدہ: ۳۵، ۳۶)

کہ دوستوں کے دل جیتنا اگر وہ سخت دل ہوں یہ بھی مشکل کام ہے۔ بعض دوستوں کے دل بظاہر انسان جیت لیتا ہے لیکن ایک وقت کا استغناء ایک وقت کی بے اعتنائی انہیں پھر دھکا دے کے دور پھینک دیتی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ:

اک ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے

یہ عجیب دوستی تھی کہ چھوٹی سی بات پر برسوں کی دوستیاں ٹوٹ گئیں اور یارانے ختم ہو گئے اور انسان اس معاملہ میں تمام دوسری مخلوقات سے زیادہ بے وفائی دکھانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ چنانچہ ایک فارسی رباعی میں انسان کا کتے سے موازنہ کیا گیا ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ دیکھو ایک کتا وہ چیز ہے کہ جس کو تم ایک روٹی ڈال دو پھر سو پتھر اس کو مارو تو وہ تمہیں نہیں کاٹے گا۔ دینے والے ہاتھ کا لحاظ کرے گا اور انسان ایسی چیز ہے کہ اس پر سو (۱۰۰) احسان کرو اور ایک بے اعتنائی کرو تو وہ تم پر پتھراؤ شروع کر دے گا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی زندگی میں سوائے ایک دو واقعات کے کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مشوروں کا لحاظ نہ فرمایا ہو اور ایک واقعہ جہاں اپنے فیصلے پر اصرار فرمایا ہے اور پھر آسمان سے گواہی اتری کہ وہی فیصلہ درست تھا۔

تو ایسی قوم تھی عرب جو اس انسانی سرشت میں سب دوسرے انسانوں اور سب قوموں سے آگے بڑھ گئی تھی اس کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اطاعت پر آمادہ فرمایا ہے دل جیت کر اس مضمون کا شوریٰ سے کیا تعلق ہے وہ میں آگے جا کر بیان کرتا ہوں "فاعف عنھم" پس تو نے دل تو رام کر لئے لیکن تجھ میں تو وہ طاقت ہے کہ تو دشمنوں کے دل بھی رام کر سکتا ہے۔ اپنوں نے تو تیرا فدائی ہونا ہی تھا۔ "فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ" خدا تعالیٰ فرما رہا ہے اگر تم ان ہدایتوں پر عمل کرو جو میں دے رہا ہوں تو اچانک دیکھو گے کہ جو تمہارے جان کے دشمن ہیں وہ جان نثار دوست بن جائیں گے۔ خون کے پیاسے خون نچھاور کرنے والے بن جائیں گے لیکن یہ نصیب انہیں لوگوں کو ہو سکتا ہے۔ جو بہت صبر کرنے والے ہوں اور یہ اس شخص کے حصے میں خصوصیت سے سعادت آئی ہے جس کو خدا تعالیٰ نے غیر معمولی اخلاق کا حصہ عطا فرمایا ہے۔

"ذو حظ عظیم" اور یہاں حضرت محمد رسول اللہ مراد ہیں۔ پس آپ نے پہلے اخلاق سے محبت اور پیار سے ان کے اندر پاک تبدیلیاں پیدا فرمائیں۔ ان کے دل جیت لئے۔ اس کے بعد بھی کمزوریاں ہوتی رہتی ہیں، غلطیاں رونما ہوتی ہیں تو فرمایا "فاعف عنھم" ان سے عفو کا سلوک کرو "واستغفر لھم" اور ان کو بخشش نہیں فرمایا، ان کے لئے اللہ سے بخشش طلب فرما یہ بھی الٰہی کلام ہونے کا ایک عجیب نشان ہے ورنہ عام طور پر یہی زبان پر آتا ہے کہ ان سے عفو کر ان کو بخش دے۔ فرمایا عفو کر اور بخشنے کا معاملہ تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ کئی ایسی غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں کہ انسان عفو سے کام لے مگر اللہ معاف نہ کرے اس لئے فرمایا "واستغفر لھم" ان کے لئے اللہ سے بخشش طلب کرتا رہ۔

"وشاورھم فی الامر" یہ وہ لوگ ہیں جن سے مشورہ کرنا ہے اگر اس پاک تبدیلی کے بغیر مشورہ ہو تو مشورے کی قیمت بھی کچھ نہیں رہتی۔ وہ جن کے دلوں میں عناد ہو جن کے دلوں میں سختیاں ہوں ان سے مشورے کریں تو بات بات پر جنگیں چھڑ جاتی ہیں لڑائیاں ہو جاتی ہیں، مجالس کے مزاج بگڑ جاتے ہیں اور باوجود اس کے کہ جماعت احمدیہ میں ایک لمبے عرصے کی شوریٰ کی تربیت ہے ذرا آپ نگرانی کم کریں تو ایسے واقعات شروع ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف بعض دفعہ بدخلقی سے کام لیا جاتا

ہے۔ تو یہ وہ موقع ہے جس کے متعلق عفو کا ذکر ملتا ہے لیکن ایک حد تک۔ اور یہ غلطیاں ایسی بھی ہو سکتی ہیں کہ جو خدا کو اس طرح ناراض کر دیں کہ پھر انسان کا عفو کسی کے کام نہ آئے جب تک اللہ سے اس کی مغفرت طلب نہ کی جائے اس وقت تک اس کا یہ گناہ کہ اس نے ایک مشورے کے موقع پر ایک اہم قومی معاملہ میں ایسا رویہ اختیار کیا جس سے دلوں کے جوڑنے کی بجائے دلوں کے پھٹنے کے سامان پیدا ہو گئے یہ بعض دفعہ اتنا بڑا گناہ بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ کبائر گناہ میں لکھا جاتا ہے۔

اس موقع پر فرمایا کہ تیرا عفو، تیری رحمت جو ہے وہ اتنی بڑھ چکی ہے کہ ان لوگوں کے لئے بھی تڑپ بے چین رہتا ہے کہ کسی طرح ان کو معافی مل جائے پس تو پھر خدا سے بخشش طلب کر کیونکہ تیری دعاؤں کے نتیجہ میں بعض دفعہ ایسے ایسے گنہگار بھی بخشے جا سکتے ہیں اور فرمایا "شاورھم فی الامر" ان سے مشورہ طلب کر اب عرب تو مزاج کے ایسے تیز تھے کہ ان سے مشورہ طلب کیا جاتا اور نہ مانا جاتا تو بھڑک اٹھتے تھے۔ عبد اللہ بن ابی بن سلول نے جو حد سے زیادہ بے حیائی اور بے وفائی کا معاملہ کیا اور جنگ احد میں اپنے ساتھی لے کر میدان جنگ سے خطرے کے وقت پیچھے واپس مڑ گیا۔ ایک بنیادی وجہ تھی کہ میں نے مشورہ دیا تھا کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کرو اور محمد رسول اللہ نے میری بات نہیں مانی اور دوسروں کی بات مان لی اور باہر نکل کر اب لڑائی کے لئے آ گئے ہیں۔ اپنے ساتھیوں کو کہا کہ چلو ہم واپس چلتے ہیں یہ مزاج تھا جبکہ کافی مزاج کو ہموار کیا جا چکا تھا پہلے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو ذہنی، قلبی، روحانی طور پر مشورہ دینے کیلئے تیار نہ کر چکے ہوتے تو یہ حکم آ نہیں سکتا تھا کہ "شاورھم فی الامر" اور اس حد تک کامیاب ہو سکتے ہیں کہ اس کے بعد فرمایا ہے فاذا عزمت فتوکل علی اللہ تو مشورہ لے لیکن فیصلہ تو کرے گا۔ جب تو فیصلہ کرے کہ کس مشورے کو قبول کرتا ہے کس کو نہیں کرتا۔ سب کو رد کرتا ہے اور ایک نئی بات پیدا کرنی ہے یا ان کے مطابق عمل کرنا ہے تو وہ فیصلہ جس کی خدا حمایت کرے گا وہ شوریٰ نہیں ہے وہ تیرا فیصلہ ہے۔ "فاذا عزمت فتوکل علی اللہ" پھر اللہ وعدہ کرتا ہے کہ تیرے فیصلے کی پشت پناہی فرمائے گا اور اس کی تائید کرے گا۔

تو یہ مجلس شوریٰ ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے حوالے سے جاری فرمائی گئی لیکن یہ ایک مجلس نہیں ہے۔ یہ ایسی مجلس ہے جو سارا سال ہمہ وقت جاری رہتی ہے، جاری رہی۔ یعنی حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے سال کا کوئی ایک دن مقرر نہیں فرمایا تھا کہ آج مجلس شوریٰ ہو گی۔ ہر اہم معاملے میں جس میں آپ سمجھتے تھے کہ مشورہ ہونا چاہیئے۔ آپ بعض دفعہ زیادہ کو بلا لیا کرتے تھے، بعض دفعہ کم کو بلا لیا کرتے تھے، بعض دفعہ اعلان عام فرما دیتے تھے کہ لوگ اکٹھے ہو جائیں مشورہ کرنا ہے۔ تو کئی طریق تھے شوریٰ کے اور یہ انتخابی طریق جو آج کل رائج ہے یہ من و عن اس طرح رائج نہیں تھا کیونکہ اس وقت اس کی نہ ضرورت تھی اور نہ غالباً ان حالات میں یہ موزوں تھا اگر ہوتا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم وہی کرتے۔ آنحضرتؐ کے وجود کے گرد سارے صحابہ اس طرح گھوم رہے تھے جس طرح محور کے گرد سیارے گھومتے ہیں اور ایک ہی مرکز تھا، فیصلے کا بھی مرکز وہی تھا اور حوالے دینے کا بھی وہی مرکز تھا۔ وہ چاہتا تو دوسرے اردگرد گھومنے والوں سے بات پوچھتا، مشورہ لیتا۔ چاہتا تو اسے نظرانداز کر دیتا۔ اور فیصلے کی طاقت، قوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تھی مگر آپ نے جو نمونہ دکھایا وہ آئندہ سب فیصلہ کرنے والوں کے لئے رہنما بن گیا۔

آپ نے فیصلوں کو ہمیشہ توقیر کی نظر سے دیکھا ہے اور یہ "لنت لھم" کے مضمون میں داخل بات ہے۔ کوئی ایسا شخص جس کو آخری فیصلے کا اختیار ہو، مشورے کے لئے لوگوں کو بلائے اور ہر دفعہ بے اعتنائی کرے اور آخر پر تان اس بات پر توڑے کہ فیصلہ تو میں نے کرنا ہے۔ ہاں ٹھیک ہے جو تم نے کہہ دیا ختم۔ تو یہ بھی ایسا نظام نہیں جو باقی رہ سکے، قائم رہ سکے، لہٰذا اس آیت کے شروع حصے میں جو تنبیہ کی گئی ہے: لانفضوا من حولك" ایسے مشیر پھر ایسے شخص کے اردگرد سے دور بھاگ جاتے ہیں۔ اس لئے وہاں بھی "لنت" کا مضمون اس میں داخل ہے۔ اس شخص کو اختیار ملا ہے جو سب سے زیادہ رحم کرنے والا اور سب سے زیادہ بااخلاق تھا اور لوگوں کے ساتھ تحکمانہ سلوک کا عادی نہیں تھا بلکہ جانتے ہوئے کہ حکم آخری صورت میں میرے ہاتھ میں ہے پھر بھی ان سے نرمی سے بات کر کے ان سے مشورے طلب کرتا تھا اور جہاں تک ممکن ہو ان کے مشوروں کا لحاظ کرتا تھا۔

پس آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زندگی میں سوائے ایک دو واقعات کے کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے مشوروں کا لحاظ نہ فرمایا ہو۔ اور ایک واقعہ ہے جہاں اپنے فیصلے پر اصرار فرمایا ہے اور پھر آسمان سے گواہی اتری کہ وہی فیصلہ درست تھا اور جو اس فیصلے میں اس مشورہ میں ساتھ شامل نہ ہوئے وہ ہمیشہ اس بات پر پچھتاتے رہے اور یہ صلح حدیبیہ کا موقع ہے۔ میدان حدیبیہ میں جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کے رفقاء عمرے اور حج کی نیت سے مکہ کی راہ میں حدیبیہ کے مقام پر روک دیئے گئے اور کفار مکہ نے کہا کہ نہیں آگے قدم نہیں بڑھانا۔ اگر تم اب اس سے آگے بڑھے اور مکے میں عمرے اور حج کی نیت سے داخل ہونے کی کوشش کی تو پھر خون بہے گا۔ تلوار کے زور پر کرنا ہے تو کرو اس طرح ہم اجازت نہیں دیں گے۔ اس موقع پر تمام صحابہ بلا استثناء اس بات کے قائل تھے اور یہی مشورہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو بڑے اصرار سے دیا کہ خدا نے ہمیں خبر دی ہے کہ ہم نے عمرہ کرنا ہے یا بیت اللہ کا طواف کرنا ہے۔ یہ کون ہوتے ہیں ہمیں روکنے والے۔ جان کی بات ہے تو ہم اپنی جانیں پیش کرتے ہیں خون کی بات ہے تو ہمارا قطرہ قطرہ اس میدان میں بہہ جائے ہمیں کوئی گریز نہیں ہے۔ اس لئے آپ فیصلہ فرمائیں اور ہم آگے بڑھیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام فیصلے کو رد کر دیا، ایک بات نہیں مانی، سب باتوں کو رد کر دیا اور فرمایا جو خدا مجھے بتاتا ہے، خدا نے جو مجھے سمجھایا ہے وہ تو یہی ہے کہ اگر راہ میں خطرہ ہو تو حج فرض نہیں رہتا راستہ محفوظ نہ ہو تو حج کیا اور عمرہ کیا وہ تو اس کی تیاری کے لئے ایک پہلا حصہ تھا۔ اصل مقصد یہ تھا کہ پہلے لمبے عرصہ تک وہاں قیام ہو پہلے عمرہ کیا جائے پھر حج کا موسم آ جائے تو حج بھی کریں اور پھر واپس آئیں تو صحابہ اس قدر اپنے مشورہ پر مصر تھے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ اٹھو اور اپنی قربانیاں ذبح کر دو۔ تو سارے صحابہ کی تاریخ میں ایک ہی صرف واقعہ ہے کہ اس پر فوراً لبیک نہیں کہا اور مشورہ جو ہے یہاں، میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اہل تقویٰ جو بہت بلند مقام تک پہنچائے گئے تھے ان کو مشورہ رد کرنے کے نتیجے میں یہ صدمہ نہیں پہنچا تھا۔ یہ عرب مزاج نہیں ہے جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ مشورہ رد کر دو تو غصہ آ جائے۔ اس لئے صحابہ کی شان میں کوئی غلط تصور نہ باندھیں۔ یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے عشق بہت اور ایمان کے اس تصور کے نتیجے میں ان سے یہ حرکت ہوئی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو جب خدا نے بتایا ہے تو وہ خود ہی فیصلہ فرمائے گا اور یہ ہو نہیں سکتا کہ حج نہ ہو۔ اور اگر ہم نے حج کئے بغیر واپسی کی تو دشمن محمد رسول اللہ پر ہنسے گا اور آپ پر باتیں بنائے گا۔

جو قرآن کی امتیازی شانیں ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے مشورے کا اور شوریٰ کا جو نظام وقت کے امام

اور عامۃ المسلمین کے حوالہ سے کھول کر بیان فرمایا گیا ہے اس کی کوئی نظیر دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملتی۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ سو فیصدی ان کا اس وقت مختل ہو جانا اور مخبوط الحواس ہو جانا اس عشق کی ایک بڑی صورت کی وجہ سے تھا جس میں وہ توازن نہیں تھا جو محمد رسول اللہ کے اندر تھا۔ پس آپ نے جب دیکھا تو حیران رہ گئے کہ کبھی ایسا واقعہ نہیں گزرا تھا کہ کسی ایک صحابی نے بھی آپ کے حکم سے روگردانی کی ہو اور یہاں پوری صحابہ کی جماعت ہے۔ عظیم کبیر صحابہ اپنی جانیں، خون چھڑکنے والے، جان فدا کرنے والے سب ایسے جیسے فالج ہو گیا ہو وہیں بیٹھے رہ گئے اور کوئی نہیں اٹھا۔ اس پر آپ اپنے خیمے میں آ گئے۔ امہات المومنین میں سے ایک تھیں ان سے کہا یہ کیا ہو گیا ہے، میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ یہ نافرمان لوگ نہیں ہیں۔ صدمے کی حالت سے ان کے دماغ مختل ہو چکے ہیں۔ آپ جائیے اور اپنی قربانی کی گردن پر چھری پھیرئے پھر دیکھئے کہ کیا ہوتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ اب یہاں بھی ایک مشورہ مانگا گیا ہے۔ یہ مشورے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ ایک عورت کا مشورہ دیکھیں کتنا عظیم مشورہ ثابت ہوتا ہے[*] ایک مشورہ ہے جو اجتماعی ہے جسے رد کیا جا رہا ہے اور اس کے رد ہونے کی وجہ سے وہ مشورہ ان پر ایک داغ ڈال دیتا ہے۔ ایک تنہا عورت کا مشورہ ہے جسے قبول کیا جا رہا ہے اور ان کے سارے داغ دھو دیتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اپنے چھری لے کر اپنی قربانی کی طرف بڑھے ہیں صحابہ کہتے ہیں یوں لگا جیسے اچانک آنکھ کھل گئی ہے، ہوش آ گئی ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ روتے ہوئے گریہ وزاری کرتے ہوئے اس طرح قربانیوں کے اوپر لپکے ہیں کہ نہیں کہا جا سکتا کہ قربانیوں کی درد کی کراہیں اونچی تھیں یا ان کا شور زیادہ تھا۔ یقیناً ان کی گریہ وزاری نے قربانیوں کی کراہوں کو بھی دبا دیا تھا۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ اگر اس میدان میں شور تھا تو ان صحابہ کے اندرونی طور پر ذبح ہونے کا شور تھا۔ پس یہ میں اس لئے وضاحت کر رہا ہوں کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس واقعہ کو نافرمانی کی فہرستوں میں شمار کرنا چاہیئے یا اس عرب جہالت کی طرف اسے منسوب کرنا چاہیئے جس میں مشورے کو رد کرنے کے نتیجے میں بڑے سخت ردعمل ہوا کرتے تھے۔ اور اس کے سوا کوئی واقعہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مشورہ کلیۃً قبول کیا ہو یا جزوی طور پر قبول کیا ہو کبھی کسی ایک صحابی نے بھی اس پر کسی قسم کا کوئی اعتراض کیا ہو، تو "فاذا عزمت" میں جو حق محمد رسول اللہ کو دیا گیا تھا۔ وہ ہمیشہ کلیۃً محمد رسول اللہ ہی کے ہاتھ میں رہا اور آپ ہی پر درحقیقت خدا نے اعتماد فرمایا ہے کہ تو اس قوم کا مرکزی نقطہ ہے، تیری فراست پر میں اعتماد کرتا ہوں۔ مشورہ ضرور کر کیونکہ انسان کی صلاحیتوں کو چمکاتا ہے اور کئی قسم کی ایسی کوتاہیوں سے انسان کو بچا لیتا ہے جو بشری کمزوریوں سے تعلق رکھتی ہیں۔

[*] اور ان صحابہ سے ہر نافرمانی کا داغ دھو دینے والا مشورہ ثابت ہوتا ہے۔

خلیفہ وقت وہ ایک ہی وجود ہے جس کے ساتھ ساری جماعت کا ایک قلبی تعلق ہے اور قلبی تعلق اتنا گہرا ہے کہ جیسے بچے کا باپ سے ہو۔

پس یہ مضمون جو ہے مشورہ کا اور خدا پر توکل کرنے والا یعنی "عزمت" والا مضمون اس کا پہلے مضمون سے بھی ایک تعلق ہے۔ "فاعف عنھم واستغفر لھم" یہ لوگ جس طرح غلطیاں کرتے ہیں، کمزوری دکھاتے ہیں تو ان سے صرف نظر فرما اور ان کے لئے بخشش طلب کر، میں تجھ سے یہ سلوک کروں گا کہ تیرے فیصلوں کی حفاظت کروں گا اور کوئی ایسا تو فیصلہ نہیں کرے گا جس پر تجھے بخشش کی ضرورت ہی پڑے۔ اللہ تیرے دائمی طور پر یہ فیصلہ ہے کہ تو جو بھی فیصلہ کرے گا وہ میرا فیصلہ ہوگا اور میں اس کی

تیری حفاظت فرمائیگا کیونکہ تو تو دوسروں کی کوتاہیوں کے لئے مجسم بخشش کا سوال بن چکا ہے تو

کی پشت پر کھڑا ہو جاؤں گا اور اس کو سچا ثابت کر دکھاؤں گا۔"

"فتوکل علی اللہ" پس اللہ پر توکل کرو "ان اللہ یحب المتوکلین" یقیناً اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے بہت محبت رکھتا ہے۔

مجلس شوریٰ کا جو نظام جماعت احمدیہ میں اس طریق پر رائج ہے جو آج کل ہم دیکھ رہے ہیں اور اس کا آغاز دراصل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۹۲۲ء میں کیا۔ ۱۹۲۲ء میں پہلی بار باقاعدہ ایک انسٹی ٹیوشن کے طور پر مجلس شوریٰ وجود میں آئی ہے۔ اور بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ بحیثیت انسٹی ٹیوشن اس کا وجود میں آنا انتہائی ضروری تھا کیونکہ مالی معاملات ایسی نوعیت اختیار کر رہے تھے کہ جس کے نتیجے میں محض اتفاقاً کبھی اس سے مشورہ کر لینا، کبھی اس سے مشورہ لینا کافی نہیں تھا بلکہ ساری جماعت کو جو چندہ دہندہ ہے اس کو اعتماد میں لینا اور ان امور پر فیصلوں میں ان کے مشورے طلب کرنا ضروری تھا۔ اور یہی مجلس شوریٰ ہے جو اب برکت پا کر پھولتی پھلتی رہی اور اب خدا کے فضل سے بہت سی دنیا کے ممالک میں بعینہ اسی مجلس شوریٰ کے نمونے قائم ہو چکے ہیں۔

پس آج جبکہ میں ربوہ کی مجلس شوریٰ سے مخاطب ہوں تو درحقیقت کل عالم میں جہاں جہاں بھی یہ آواز پہنچ رہی ہے اور ہر خطے میں پہنچ رہی ہے وہاں بھی جو جماعت کے دوست سننے والے ہیں، میں ان سب سے دراصل مخاطب ہوں اور یہ مجلس شوریٰ دراصل ایک عام عالمی شوریٰ کا رنگ اختیار کر چکی ہے۔ تو اس پہلو سے میں چند باتیں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں۔ یہ دو دو الگ الگ ذکر ہیں۔ ایک ہے "شوریٰ بینھم" اور ایک ہے "شاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ" تو کیا یہ مضمون صرف حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے لئے خاص تھا کہ جب تک تو ان لوگوں میں رہے مشورہ کر اور پھر فیصلہ تو کر اور اللہ پر توکل کر یا یہ ہمیشہ کے لئے اسلام کے مرکز پر فائز خدا کے نمائندے کے لئے بھی تھا جس نے بعد میں خلیفہ بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کے غلام کی حیثیت سے اس منصب پر فیصلے دینے تھے، یہ اہم فیصلہ ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے جو سمجھا وہ یہی تھا کہ یہ ان احکامات میں سے ہے جو محض احکامات صرف نبوت سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ نبوت کے بعد نبوت کے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے جو بھی نظام وجود میں آئے گا یا آنا تھا اس نظام پر فائز انسان کے ساتھ بھی یہ حکم تعلق رکھتا ہے۔ اور شوریٰ کا یہ حکم کہ آخری فیصلہ صاحب امر کرے گا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی زندگی کے ساتھ ختم نہیں ہوا بلکہ جاری رہا۔ اس کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ نے اسی شوریٰ میں جو فرمایا وہ یہ تھا:

"اسلام وعدہ کرتا ہے کہ اسے (یعنی خلیفہ وقت کو) خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص نصرت حاصل ہوگی۔ پس اس کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر وہ کسی خاص ضرورت سے جو نہایت اہم ہو مشیر کاروں کی کثرت رائے کے فیصلے کو رد کر دے تو وہ ایسا کر سکتا ہے پس وہ خود مختار ہے ان معنوں میں کہ وہ شوریٰ کے فیصلوں کو مسترد کر سکتا ہے اور وہ پابند ہے ان معنوں میں کہ وہ اسلام کے مقرر کردہ نظام کے ماتحت ہے جسے بدلنے کا اسے کوئی اختیار نہیں ہے"۔

پس اس آیت کی تشریح میں جو میں نے عرض کیا بعینہ حضرت مصلح موعودؓ کا موقف یہی تھا دراصل۔ امر تو خدا کے ہاتھ میں تھا اور ہے اور ہمیشہ رہے گا اور شریعت کے امور میں جو دائمی فیصلے ہو چکے ہیں انہیں دنیا کا کوئی انسان بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا اور یہی فرق ہے خلیفہ اور ڈکٹیٹر میں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خلیفہ کو تم نے اتنے اختیار دے رکھے ہیں۔ یہ تو ڈکٹیٹر ہو گیا۔ وہ ڈکٹیٹر کیسا ہے جس کے اوپر تمہاری دنیا کا بادشاہ ہر وقت نگران کھڑا ہے اور ہر بات میں وہ خدا کو جوابدہ ہو۔ دنیا کے سامنے جواب دہ ہو یا نہ ہو خواہ وہ کیسا ہی جابر

بادشاہ ہو جس کے سامنے کوئی جوابدہ ہو کوئی اتنا مشکل کام نہیں کیونکہ انسان دنیا کو دھوکے دے سکتا ہے، تاویلیں اختیار کر سکتا ہے۔ غرضیکہ بہانے بنا کر اپنے جرم کی پردہ پوشی کر سکتا ہے لیکن خدا کے سامنے تو کوئی بہانہ نہیں چل سکتا۔

> **ہر جماعت کے ایسے فرد کو جو شوریٰ کا اہل ہو خواہ وہ شوریٰ کا ممبر ہو یا نہ ہو اس کے علم میں ہونا چاہیئے کہ کس قسم کی تم سے توقعات ہیں۔**

پس اسی شوریٰ میں حضرت مصلح موعودؓ نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ دیکھو مجھے ایک اختیار ہے جو بظاہر تم سے بالا ہے مگر تم نہیں جانتے کہ تم انسانوں کے سامنے جوابدہ ہو اور میں خدا کی جبروت کے سامنے جوابدہ ہوں۔ اس لئے ممکن نہیں ہے کہ میں اس جواب دہی کے تصور کے ہوتے ہوئے کسی قسم کی زیادتی کا کوئی تصور بھی کر سکوں، سوچ بھی سکوں ایسی بات۔ لیکن اس کے علاوہ آپ نے اس استنباط کو اسلامی تاریخ سے بھی ثابت کیا۔ آپ نے فرمایا دیکھو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے وصال کے بعد خلفاء نے بھی بعینہٖ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا طریق اختیار کرتے ہوئے شوریٰ بلائی۔ بعض دفعہ اعلان کے ذریعے، بعض دفعہ چند صحابہ کو یا صاحب الرائے لوگوں کو بلایا لیکن فیصلہ خلیفہ خود کرتا تھا۔

ایک مثال اس کی آپ نے حضرت عمرؓ کے زمانے سے دی جبکہ جب ایران کے ساتھ جنگ ہو رہی تھی تو اس وقت ایک ایسا خطرناک موقع درپیش تھا کہ حضرت عمرؓ سے وہاں کے موقع کے جرنیل نے یہ درخواست کی کہ اگر فوری طور پر آپ نے کمک نہ بھجوائی تو یہ زندگی اور موت کا مسئلہ بن چکا ہے، ایرانی فوج کو ہم زیادہ دیر روک نہیں سکتے۔ وہ عرب میں داخل ہو جائے گی اور پھر بہت بڑی تباہی کا خطرہ درپیش ہے۔ اور اس حادثے میں بھی جو پیش آیا تھا جس کے دوران مسلمانوں کو مشکل پیش آئی اس میں بھی بہت سے مسلمان وہاں شہید ہو گئے تھے۔ فیصلہ یہ ہو رہا تھا کہ کیا خلیفہ وقت خود شامل ہو یا محض کمک بھیجے اور کسی اور کو سپہ سالار مقرر کر دے۔ اور تمام صحابہ کا یہ مشورہ تھا کہ اتنا اہم موقع ہے کہ خلیفہ وقت کو خود وہاں جا کر حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے اور اس کے نتیجے میں اس کی برکت سے بھی کایا پلٹ جائے گی۔ ایک شخص تھا جو خاموش کھڑا تھا وہ حضرت علی تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عمرؓ کی نظر ان پر پڑی۔ آپ نے پوچھا علی آپ کیوں خاموش ہیں۔ آپ کی خاموشی سے میں سمجھ رہا ہوں کہ آپ کی رائے کچھ مختلف ہے تو بتائیے آپ کی کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا میری رائے یہ ہے کہ اب وہ ایسا وقت آچکا ہے کہ خلیفہ وقت کو خود اب میدان جنگ میں نہیں جانا چاہیئے کیونکہ ایک میدان جنگ نہیں، ایک ذمہ داری نہیں، دنیا میں ہر طرح کی قسم کے میدان جاری ہیں۔ اگر خلیفہ اپنے آپ کو ایک میدان میں جھونک دے گا تو باقی سب جتنے بھی مقابلے اور مجاہدے ہو رہے ہیں ان کی نگرانی سے الگ ہو جائے گا اور بہت بڑا خطرہ ہے کہ اگر خدانخواستہ وہاں کچھ ہو جائے تو پھر سارے عالم اسلام کو نقصان پہنچ جائے گا اس لئے آپ کو وہاں شامل نہیں ہونا چاہیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب صحابہ کی رائے رد کر دی اور اس رائے کو قبول کر لیا۔

ایک اور واقعہ جس کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ نے تو نہیں فرمایا لیکن اس سے تعلق رکھتا ہے اور اس سے زیادہ عظمت کا واقعہ ہے اور زیادہ معاملے پر کھلی روشنی ڈال رہا ہے وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جونہی آپ کو منصب خلافت پر فائز فرمایا گیا یہ بہت بڑا فتنہ اپنے سامنے کھلتا ہوا، اٹھتا ہوا اور بہت بد ارادوں کے ساتھ اسلام پر حملہ آور ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس کو بعض لوگ فتنہ ارتداد کہتے ہیں دراصل یہ فتنہ بغاوت تھا۔ تمام عرب قبائل نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے وصال کے بعد بغاوت شروع کر دی اور جگہ جگہ سے ایسی منحوس خبریں آرہی تھیں کہ وہ کہتے ہیں کہ وقت آگیا ہے اچھا اب ان کو الٹا دو اور اپنی حکومت قائم کرو۔ ایسے موقع پر ایک ایسا لشکر تھا جو اسامہؓ بن زیدؓ کی قیادت میں ایک دور کے محاذ پر بھیجا جانا تھا جس کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے تشکیل دیا تھا اور خود ہی زید اپنے غلام جس سے بیٹوں کی طرح سلوک فرمایا اس کے بیٹے کو جو نوعمر تھا، ان سے بڑے بڑے صحابہ بھی موجود تھے اس لشکر میں، ان کو امیر بنا دیا اسامہ بن زید کو۔ ایسے موقع پر صحابہ اکٹھے ہوئے اور اس میں بلا استثناء تمام صحابہ کا مشورہ یہ تھا کہ اے امیر المومنین یہ بہت خطرناک وقت ہے اس وقت اس لشکر کو بھیجنا بند کر دیں، ٹال دیں اس وقت کیونکہ بہت قوی دشمن ہر طرف سے مدینے پر حملہ آور ہونے والا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کا جواب اس وقت یہ تھا کہ ابن ابی قحافہ کی کیا مجال ہے۔ یہ کون ہوتا ہے کہ محمدؐ رسول اللہ کا آخری فیصلہ ہوا ہو یہ خلیفہ بن کر اس فیصلے کو منسوخ کرنے والا ہو۔ کیسے ہو سکتا ہے۔ ایک ایسی عظیم دلیل تھی جسے صدیق دل ہی سمجھ سکتا تھا اس وقت۔ اور کسی کو سمجھ نہیں آئی۔ بلا استثناء سب نے سر تسلیم خم کر دیا اور حضرت ابوبکرؓ نے پھر یہ فرمایا کہ دیکھو اس فیصلے کی میرے نزدیک اتنی اہمیت ہے کہ خدا کی قسم اگر مدینے کی گلیوں میں مسلمان عورتوں کی لاشیں کتے گھسیٹتے پھریں تب بھی میں اس فیصلے کو نہیں بدلوں گا کیونکہ میرے آقا محمدؐ رسول اللہ کا یہ آخری فیصلہ ہے۔ بہرحال اسی طرح عمل ہو گا۔

تو خلافت صرف خدا ہی کے حضور سر نہیں جھکاتی، اپنے سے پہلے اولوالامر کے حضور بھی اسی طرح سر جھکاتی ہے کہ کامل طور پر اس کا اپنا وجود مٹ کر اپنے آقا کے وجود میں جہاں تک اطاعت کا تعلق ہے تبدیل ہو جاتا ہے۔ پس یہ بھی ایک ایسا معاملہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ خلفاء نے جو یہی سمجھا اس آیت کا مفہوم کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے وصال کے بعد جو بھی امت محمدیہ میں صاحب امر بنایا جائے گا، اگر خدا براہ راست بنائے تو وہ امام مہدی کے طور پہ آیا اور گزر بھی گیا، لیکن جو بھی بنایا جائے گا بطور خلیفہ کے اس پر بھی اسی آیت کا اطلاق ہو گا۔ جب وہ فیصلے کرے گا، مشورے ضرور کرے گا لیکن مشوروں کے بعد فیصلہ خلیفہ وقت کا ہو گا اور جو وہ فیصلہ کرے گا اسے خدا کی تائید حاصل ہو گی اور پھر اس کا کام بھی توکل ہے اور وہ توکل ہی کرے گا تو وہ فیصلہ کرے گا۔ لیکن یاد رکھو کہ اس کے علاوہ بھی متوکلین کی ضرورت پیش آئے گی۔

> **تدابیر کو اپنی انتہا تک پہنچانا اور پھر وساوس سے اپنے آپ کو بالکل پاک کر لینا، کلیۃً خدا تعالیٰ پر توکل کرنا یہ مضمون ایک اہم مضمون ہے جو شوریٰ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔**

"ان اللہ یحب المتوکلین" کہ صرف محمدؐ رسول اللہ کے فیصلے پہ آپ کا توکل نہیں، تم سب کو توکل کرنا ہو گا۔ تم سب کو اس فیصلے کا

ظاہر کرنا ہوگا کہ محمد رسول اللہ کے فیصلے کی عظمت توکل کے نتیجے میں تھی ورنہ ذاتی طور پر اپنی صلاحیتوں پر آپ کے فیصلے کو کوئی طاقت نہیں ملتی تھی توکل ہی جان ہے اس فیصلے کی اور توکل کامل تقویٰ کے نتیجے میں نصیب ہوتا ہے اور کامل ایمان کے نتیجے میں نصیب ہوتا ہے۔ پس محمد رسول اللہ کا فیصلہ توکل کے ساتھ ایک لازم و ملزوم کا تعلق رکھتا تھا۔ ہر فیصلے پر اس لئے توکل تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ کلیۃً خدا کی خاطر فیصلہ ہے اس میں نفس کی کوئی ملونی نہیں ہے۔ اور جو فیصلہ خدا کی خاطر اتنا بے لوث اور پاک اور خالص ہو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ اس فیصلے کی عزت نہ دکھائے۔

پس فرمایا تم بھی ایسے ہی توکل کا نمونہ دکھاؤ جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دکھایا اور اس کے نتیجے میں خدا نے آپ کی پشت پناہی کا ایک عظیم وعدہ فرمایا۔ ہر فیصلے کو قبول کیا کہ ہاں میں اس فیصلے کی حمایت کروں گا۔ پس تم بھی متوکل بنو کیونکہ اللہ کی محبت چاہتے ہو، اللہ سے محبت چاہتے ہو تو توکل کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔ پس ایک تو یہ شوریٰ کا مضمون ہے جو سب دنیا میں جماعت پر خوب اچھی طرح روشن ہونا چاہیئے۔

دوسرا "شوریٰ بینہم" سے متعلق یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ اس سے مراد ضروری نہیں ہے کہ خلیفہ وقت طلب کرے یا ایک امیر طلب کرے تو پھر مشورے ہوں۔ مشورے کا رواج مسلمانوں میں جس شان اور جس کھلی وضاحت کے ساتھ قرآن میں ملتا ہے یعنی قرآن کے ذریعے مسلمانوں کو عطا ہوا ہے یہ رواج، دنیا کی کسی الٰہی کتاب میں یہ بات نہیں ملتی۔ وہ جو قرآن کی امتیازی شانیں ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے۔ مشورے کا اور شوریٰ کا جو نظام وقت کے امام اور عامۃ المسلمین کے حوالہ سے کھول کر بیان فرمایا گیا ہے اس کی کوئی نظیر دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ نکال کر دکھائیں کہیں کوئی ذکر نہیں ملے گا آپ کو۔ پس یہ کامل کتاب ہے۔ اس کے ارشادات میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ محض سرسری نظر سے مطالعہ کر کے یہ سمجھ لینا کہ ہم نے مضمون کو سمجھ لیا ہے یہ کافی نہیں ہے۔

"امرھم شوریٰ بینہم" میں ایک جاری اور ساری مستمرہ مضمون ہے کہ مسلمانوں کی یہ عادت ہے۔ مومنوں کی یہ عادت ہے، فطرت ثانیہ بن چکی ہے کہ ہر بات میں خواہ وہ ذاتی ہو، خواہ وہ جماعتی ہو، کسی نوعیت کی بھی ہو وہ مشورے کیا کرتے ہیں۔ اور یہ جو مشورے ہیں ان میں "فاذا عزمت فتوکل علی اللہ" کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ وہ ایک آدمی کے مشورے کا سوال نہیں ہے یہ ایک جاری مسلمانوں کی ایک ایسی خوبصورت عادت کا ذکر ہے جو ان کو تقویت عطا کرتی ہے اور جس کے نتیجے میں ان کا مالی نظام تقویت پاتا ہے کیونکہ اس کے معاً بعد پھر مالی نظام کا ذکر فرمایا ہے اور خرچ کرنے والوں کا ذکر فرمایا ہے۔

پس دو باتیں اس سے واضح ہوئیں کہ عام مشورے ان کے جاری رہتے ہیں عادت بن چکی ہے۔ اور دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ مالی معاملات میں وہ اجتماعی غور بھی کرتے ہیں۔ "شوریٰ بینہم" میں اجتماعیت کا بھی مضمون ہے۔ اجتماعی غور کرتے ہیں اور اس کے بعد پھر فیصلے کرتے ہیں۔ پس تمام دنیا میں جو مالی نظام جاری ہے بعینہٖ اسی آیت کریمہ کے مطابق ہے ایک ایک پیسہ بجٹ کا باقاعدہ خدمت کرنے والے چندہ دینے والوں کے مشورے کے مطابق خرچ ہوتا ہے۔ اور خلیفہ وقت جو فیصلے کرتا ہے اس کو اس عمومی مشورے کی تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اور بہت سے ایسے معاملات ہیں جن میں خلیفہ وقت کو جماعت پوری طرح اپنی طرف سے نہ صرف یہ اختیار دیتی ہے بلکہ اختیار تو خدا نے دیا ہوا ہے اس کو، بلکہ اس اختیار میں تقویت دینے کی خاطر اور مزید اعتماد پیدا کرنے کی خاطر کہتی ہے جو آپ کا فیصلہ وہ ہمیں منظور ہے۔

> **وہ فیصلے کریں جو خیر الماکرین کی نمائندگی کی شان رکھتے ہوں اور پھر یقین کریں، توکل کریں کہ اللہ ان فیصلوں کو برکت دے گا اور آپ کی کمزوریوں کے باوجود آپ کی بظاہر نحیف سوچوں کو اور نحیف تدبیروں کو دنیا کی بڑی بڑی تدبیروں پر غالب کر دے گا**

چنانچہ تمام جماعت کی تاریخ میں ہمیشہ جب بھی آپ بجٹ کے معاملات پر غور کرتے ہوئے جماعت کو پاتے ہیں آخری نتیجہ ہمیشہ یہی نکلا ہے۔ بعض جگہ فیصلہ نہیں کر سکے پوری طرح، بعض جگہ فیصلے ہوئے اور اختلاف ہوئے، بعض دفعہ شاذ کے طور پر وقت کے خلیفہ نے اکثریت کے مشورے کو رد کیا۔ ایک بھی آواز ایسی نہیں اٹھی جس نے یہ شکوہ کیا ہو یا بے اطمینانی کا اظہار کیا ہو۔ بالاتفاق سب نے کہا جو فیصلہ آپ کا وہی ہمارا فیصلہ ہے۔ اور بعد میں جو حالات ظاہر ہوئے انہوں نے ثابت کر دیا کہ بلا استثناء ہمیشہ خلیفہ کا وہ فیصلہ درست ثابت ہوا جو اکثریت کے برعکس تھا، ہوا تو کم ہے ایسا۔ اور مالی معاملات میں بھی جتنا اعتماد جماعت خلیفہ وقت پر کرتی ہے اتنا کسی اور شخص پر نہیں کرتی، نہ کر سکتی ہے۔

اس لئے حضرت مصلح موعودؓ نے اس معاملے کو دلی تعلق کے طور پر بیان فرمایا۔ فرمایا دراصل خلیفہ وقت کو جو اختیار ہے اس آیت کی روشنی میں، اس میں ایک گہری حکمت یہ بھی ہے کہ خلیفہ وقت وہ ایک ہی وجود ہے جس کے ساتھ ساری جماعت کا ایک قلبی تعلق ہے اور قلبی تعلق اتنا گہرا ہے کہ جیسے بچے کا باپ سے ہو۔ آپ نے فرمایا "شوریٰ بینہم" کی ایک مثال تو ہے کہ وہ بھائی بھائی آپس میں مشورہ کرتے ہیں، لڑ بھی پڑتے ہیں، اختلاف بھی ہو جاتے ہیں پھر اکٹھے بھی نہیں ہوتے بعض دفعہ۔ لیکن ایک باپ جب بچوں سے مشورہ لیتا ہے تو پھر یہ واقعہ نہیں ہوتا کیونکہ باپ پھر جو بھی فیصلہ کرتا ہے بچے اگر ان میں حیا اور شرافت ہو، بے حیاؤں کی تو بات ہی نہیں ہو رہی اور یہاں تو مومنوں کی بات ہے، جو حیادار لوگ ہیں وہ کبھی پھر آگے سے ٹیڑھی نظر سے باپ کو نہیں دیکھتے یا اس کے خلاف غصے کا اظہار نہیں کرتے۔ ٹھیک ہے آپ کا جو فیصلہ ہے ہمیں منظور ہے۔

فرمایا یہی وجہ ہے کہ سوائے خلیفہ وقت کے اور جماعت میں کسی کو یہ اختیار نہیں دیا گیا اور یہ اختیار محمد رسول اللہ سے خلیفہ وقت ورثے میں پاتا ہے اور اس کی تقویت کا اور اس کی بقاء کا راز اس بات میں ہے کہ خلیفہ وقت اور جماعت کا محبت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا اور ایک دوسرے پر اعتماد کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ اسی اصول کے پیش نظر آپ نے جو آغاز ہی میں مالی امور میں جماعت کی تربیت فرمائی اور ایسی نصیحتیں فرمائیں جن کا بہت دور رس تعلق تھا۔ ان میں ایک یہ بھی تھی کہ اگر جماعت احمدیہ میں کوئی تم سے آ کر نیکی کے نام پر کچھ مانگتا ہے تو بالکل نہیں دینا۔ ذاتی تعلقات ہیں اس میں تم جو مرضی خرچ کرو تمہارا اپنا مال ہے۔ مگر نیک کاموں کے حوالے سے اگر کوئی مانگتا ہے تو ہرگز ایک دمڑی بھی نہیں دینی جب تک وہ یہ ثابت نہ کرے کہ اس نظام کی نمائندگی میں اس کو یہ اختیار ہے جس کو خلیفہ وقت نے منظور کر لیا ہے یا خلیفہ وقت نے واقعۃً

اس معاملے میں تمہیں اجازت دی ہے کہ تم یہ ایسا مانگ سکو

آپ نے فرمایا اس کو اشتہار دے کر تمام جماعت میں خود پھیلایا۔ نمازہی کی بات ہے فرمایا۔ اس کو چھوٹی بات نہ سمجھو اس میں ہمارے مالی نظام کی زندگی کا راز ہے اگر تم نے اس کو نظر انداز کر دیا تو تمہارے مالی نظام کی حفاظت کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ خلیفہ وقت کا حکم آئے اور اجازت ہو تو پھر نیک کاموں میں خرچ کے لئے اپنے دل کھولو جو چاہتا ہے قربانیاں دو۔ جو ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ کی نیکی کے نام پر مسجدیں بنانے والے ہیں وہ نظام کو درہم برہم کر دیں گے۔ وہ افتراق پیدا کر دیں گے، بددیانتیوں کے آغاز ہو نگے، کئی قسم کے دھوکے شروع ہو جائیں گے اور جہاں اعتماد ختم ہو جائے وہاں مالی نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ تو ایسے عظیم آپ نے وہاں مشورے دیئے جماعت کو اور ایسی راہنمائی فرمائی ہے جو ہمیشہ ہمیش کے لئے زندہ رکھنے کے لائق ہے اور جماعت کے سامنے بار بار لائے جانے کی اس کو ضرورت ہے۔

جب میں نے فضل عمر پر، حضرت فضل عمرؓ کی سوانح پر کام کیا دوسری جلد میں، مجلس شوریٰ کو بھی میں زیر بحث لایا تھا اس میں حضرت مصلح موعودؓ کی ابتدائی ہدایات جو شوریٰ سے متعلق جماعت کو ہیں ان کو سب کو لکھتے ہوئے میں نے یہ خاص طور پر اس کی اہمیت پہ زور دیا تھا حالانکہ میں اس وقت کسی قسم کا امر نہیں رکھتا تھا۔ صرف ایک مصنف کے طور پر میرے سپرد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یہ کام کیا تھا کہ بورڈ کے مشورے سے میں یہ تصنیف کروں۔ تو اس میں میں نے یہ بات لکھی تھی کہ میرے نزدیک حضرت مصلح موعودؓ کی شوریٰ کے متعلق جو یہ ہدایات ہیں یہ ہمیشہ کے لئے جماعت کے سامنے ایک چارٹر کی حیثیت رکھتی ہیں اور اس وقت جو میں نے محسوس کیا جب میں نے دوبارہ پڑھا تو پھر بھی یہی محسوس کیا کہ اتنی اہم ہدایات ہیں جن میں تمام امور آجاتے ہیں، غور بھی کریں تو اس سے باہر کوئی دکھائی نہیں دیتا۔

پس اب جبکہ مجلس شوریٰ کا نظام عام ہو رہا ہے اور بعض دفعہ غلطیاں بھی ہوتی ہیں اور کمزوریاں بھی دکھائی جاتی ہیں۔ وہ جو غلطیاں اور کمزوریاں ہیں ان سب کا تعلق اس شوریٰ کے نظام سے لاعلمی کے نتیجے میں ہے جس کا میں ذکر کرتا ہوں کہ خدا نے قائم فرمایا اور حضرت مصلح موعودؓ نے اس کو گہرائی سے سمجھ کر جماعت کے سامنے کھول کر پیش کیا۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب ضرورت ہے کہ اس جماعت کی شوریٰ کے نظام کے چارٹر کو تمام ان زبانوں میں ترجمہ کر کے نشر کیا جائے جہاں جہاں مجلس شوریٰ قائم ہو گئی ہے اور ہر جماعت کے ایسے فرد کو جو شوریٰ کا اہل ہو خواہ وہ شوریٰ کا ممبر ہو یا نہ ہو اس کے علم میں ہونا چاہیے کہ کس قسم کی تم سے توقعات ہیں۔ مجلس شوریٰ کا ممبر بننے سے پہلے تمہیں کیا ہونا چاہیئے، کونسی صلاحیتیں پیدا کرنی چاہئیں، کس قسم کے خطرات سے آگاہی ہونی چاہیئے، کن چیزوں سے تم نے بچنا ہے، کن چیزوں کو اختیار کرنا ہے۔ یہ تمام امور ان ہدایات میں داخل ہیں۔

اور دوسرے یہ کہ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث علیہ الرحمۃ نے جو اپنے تجربے سے نئی باتیں سمجھیں اگرچہ وہ اصولاً ان دائروں میں آتی ہیں مگر بہت سے ایسے تجارب ہیں جن میں شوریٰ میں آپ نے ہدایات دیں جو مفید ہیں۔ اور اس طرح بعد میں مجھے بھی جب مجلس شوریٰ کے نظام کو عالمی بنانے کی توفیق ملی یعنی عالمی تو پہلے ہی تھا مگر اس پر عمل درآمد عالمی حیثیت سے کرنے کی توفیق ملی تو میں نے بھی اس موقعہ پر نصیحتیں کی ہیں جو اس دائرے سے باہر تو نہیں ہیں جس کو میں چارٹر کہتا ہوں لیکن اس کی وضاحتیں ہیں، ان کی باریکیوں میں اتر کر مزید مضامین کو کھول کر پیش کیا گیا ہے۔ تو ان سب کو اکٹھا کر کے ایک مجلس شوریٰ سے متعلق تعارفی کتاب جماعت کو شائع کرنی چاہیئے اور مجلس شوریٰ میں وقت جو پاکستان میں ہو رہی ہے ان میں صدر انجمن کو میں اس بات کا نگران بناتا ہوں کہ وہ یہ کتاب شائع کریں اور تحریک جدید کی ذمہ داری ہوگی کہ پھر اسے مختلف زبانوں میں ترجمہ کرا کے اسے سب دنیا میں مشتہر کریں۔

جہاں تک توکل کے مضمون کا تعلق ہے میں یہ ایک اہم بات کہہ کر اس خطبے کو ختم کروں گا کہ جماعت احمدیہ کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے حوالے سے "عزمت" کے بعد توکل پر بناء رکھی گئی ہے تو آپ کے مشورے یا میرے مشورے اور آپ کے فیصلے اور میرے فیصلے توکل کے بغیر کیا اہمیت رکھتے ہیں۔ کچھ بھی نہیں رکھتے۔ اس لئے توکل کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں اور توکل کے لئے جو خدا تعالےٰ نے ہدایتیں فرمائی ہیں ان پر عمل درآمد کریں۔ ان میں سے ایک یہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہمارے سامنے کھول کر پیش فرمائی کہ توکل یہ نہیں ہے کہ اونٹ کو کھلا چھوڑ دو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالےٰ قادر ہے وہ اس کی حفاظت فرمائے اور جب تم باہر واپس آؤ کام سے فارغ ہو کے تمہارا اونٹ وہیں کھڑا ہو۔ فرمایا یہ توکل نہیں ہے۔ توکل یہ ہے کہ اونٹ کے گھٹنے باندھو پھر وہم دل سے نکال دو۔ پھر اللہ پر معاملہ چھوڑو اور دعا کرو اور یقین رکھو یعنی خدا پر کہ اللہ تمہاری حفاظت فرمائے گا اور اس اونٹ کو کوئی دشمن نقصان نہیں پہنچائے گا یا خود وہ رسی تڑا کر نہیں بھاگ جائے گا۔

تو تدابیر کو اپنی انتہا تک پہنچانا اور پھر وساوس سے اپنے آپ کو بالکل پاک کر لینا کلیۃً خدا تعالےٰ پر توکل کرنا یہ ایک اہم مضمون ہے جو شوریٰ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے آپ اپنی تدابیر کریں۔ سوچیں غور کریں۔ جو ذرائع دشمن کے شر کے دفاع کے لئے ضروری ہیں وہ ضرور اختیار کریں۔ جو ذرائع جماعت کی ترقی کے لئے آپ سوچ سکتے ہیں دعائیں کرتے ہوئے ان میں برکت کے لئے اللہ کے حضور التجائیں کرتے ہوئے ان پر عمل درآمد کرائیں اور پھر توکل کریں تو اللہ تعالےٰ ان فیصلوں میں بہت برکت ڈالے گا۔

توکل میں بعض دفعہ انسان بے سوچے سمجھے اپنے مشوروں پر یا اپنی آراء پر توکل کرنے لگ جاتا ہے۔ پاکستان میں آج کل مجلس شوریٰ کے ممبران میں بھی ممکن ہے یہ باتیں ہوتی رہوں کہ اب تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ مولویوں کے بھی پکڑ کے دن آرہے ہیں اور انحصار اس بات پر ہے کہ فلاں پریذیڈنٹ نے یہ بیان دے دیا ہے، فلاں وزیر نے دے دیا، فلاں صدر نے یہ بیان دے دیا تو اب معلوم ہوتا ہے کہ دن بدل جائیں گے۔ دن تو بدلیں گے مگر ان بیانات کی وجہ سے نہیں بدلیں گے۔ کیونکہ ان بیانات کا ہی اعتبار کوئی نہیں۔ پہلے بھی میں نے جماعت کو متنبہ کیا تھا کہ جو سیاسی بیانات ہوتے ہیں یہ بعض دفعہ بات مشرق کی کرتے ہیں اور مراد مغرب ہوتی ہے۔ اگر کہتے ہیں کہ اب ہم مولویوں کو پکڑیں گے اور امریکہ سے مدد مانگیں گے اور وہ اگر ان کا قلع قمع کرے تو مراد یہ ہوتی ہے مولویو رستے پہ آجاؤ ہم سے تعاون کرو، اپوزیشن سے اپنے رشتے ختم کرو تو پھر مدد ہم نے مانگی ہے ہم مدد کو واپس بھی کر سکتے ہیں۔ تو سیاسی بیانات کو پڑھنے کا بھی تو شعور ہونا چاہیئے لیکن شعور ہو یا نہ ہو آپ نے ان پر کوئی توکل نہیں کرنا۔ حالات بدلیں گے تو اللہ کی تقدیر سے بدلیں گے۔

آپ مشورے دیانتداری اور تقویٰ سے کریں اور اپنی طرف سے ہر کوشش کریں کہ دشمن کے شر سے آپ محفوظ رہیں اور کسی کے وعدوں پر نہ جائیں بلکہ اپنے شعور اور اپنی محنت اور خلوص کے ساتھ باقاعدہ تدبیر کریں اور اس شان کی تدبیر کریں کہ اللہ کی نمائندگی کی تدبیر اسے کہا جا سکے۔ "مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین" وہ بھی مکر کرتے ہیں تم بھی مکر کرو، مکر کا جواب کرو، توڑ دو۔ یہ اللہ کے حوالے سے ہمیں سمجھایا جا رہا ہے۔ یہ میں کہہ رہا ہوں انہوں نے مکر کیا اللہ نے بھی جوابی مکر کیا۔ "واللہ خیر الماکرین" اللہ کا مکر یقیناً ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔ خیر سے مراد دو ہیں ایک یہ کہ غالب آتا ہے وہ مکر اور دشمن کا مکر اس کے

سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ دوسرا یہ کہ دشمن جو مکر کرتا ہے تو اس کے جواب میں بد مکر نہیں خدا کرتا۔ اگر دشمن ہتھیار اکٹھے کر رہا ہے، فتنہ فساد کی باتیں کر رہا ہے تو جوابی تدبیر میں آپ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ "واللہ خیر الماکرین" وہ قتل عام، وہ کئی قسم کے مظالم جن کے نتیجے میں وہ اپنے مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ "خیر الماکرین" کی مثالیں نہیں ہیں۔ یہ مکر سوء ہے۔ گندا اور ظالمانہ مکر ہے۔ تو آپ نے جو جوابی تدبیر اختیار کرنی ہے جس کی طرف میں آپ کو توجہ دلا رہا ہوں وہ شریعت کے مطابق اس کے اندر رہتے ہوئے کرنی ہے کیونکہ امر جو حقیقت میں بالا امر ہے وہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اس کو آپ تبدیل نہیں کر سکتے۔ اس کے دائرے میں اسی کے نیچے رہتے ہوئے وہ فیصلے کریں جو خیر الماکرین کی نمائندگی کی شان رکھتے ہیں۔ اور پھر یقین کریں۔ توکل کریں کہ اللہ ان فیصلوں کو برکت دے گا اور آپ کی کمزوریوں کے باوجود آپ کی بظاہر خفیف سوچوں کو اور خفیف تدبیروں کو دنیا کی بڑی بڑی تدبیروں پر غالب کر دے گا۔ پس اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور میں جانتا ہوں کہ ہمیشہ فرماتا ہے۔ کبھی بھی اس میں ہم نے کوئی تبدیلی نہیں دیکھی خدا کے فضلوں کا ہاتھ ہمیشہ سے جماعت احمدیہ پر ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ آپ اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کریں جو ناپاک تبدیلی ہو جس کے نتیجے میں خدا کا یہ وعدہ ہم سے اٹھا لیا جائے کہ تم میری ذات پر توکل رکھنا اور میں اس توکل میں تمہیں کبھی مایوس نہیں کروں گا۔

پس اگر استجابت کی شرط ہم پیش نظر رکھیں تو خدا کا یہ وعدہ ہمیشہ ہمارے حق میں بڑی شان کے ساتھ پورا ہوگا۔ اس کے ساتھ میں تمام مجلس شوریٰ کے ممبران کو اپنی طرف سے اور اس مسجد میں حاضر اور تمام دنیا کی جماعتوں کی طرف سے محبت بھرا سلام کہتا ہوں۔ مجلس شوریٰ کے آداب کو جن میں آپ جمے پلے ہیں یعنی محاورۃً تو کوئی کہہ دے یہ پنجابی محاورہ ہے مگر ہے بہت اچھا۔ نظام جماعت کے ہاتھوں میں آپ پیدا ہوئے، انہیں ہاتھوں میں آپ نے پرورش پائی ہے آپ کا دل جانتا ہے کہ کون سے آداب ہیں جن کی آپ سے توقع رکھی جاتی ہے۔ ان آداب کو ہرگز نظر انداز نہ کریں اور ڈرتے ڈرتے خدا کا خوف کرتے ہوئے مشورے دیں اور پھر دعا کرتے ہوئے آپس میں محبت کے ماحول میں غور کر کے فیصلے تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ فیصلہ پھر وہی ہوگا جس کی خلیفہ وقت منظوری دے گا۔ پھر سب ایک وجود بن کر خدا پر توکل کرتے ہوئے امید رکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان فیصلوں میں برکت دے گا۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔

دعائے مغفرت

۱۔ مکرم وسیم احمد چودھری ابن مکرم چوہدری غلام حسین صاحب اوورسیئر جو مکرم حمید احمد صاحب لائلپوری آف لندن اور مکرم رشید احمد صاحب آف ناروے کے چھوٹے بھائی تھے ۹۵-۵-۶ کو جرمنی کے شہر فرانکفرٹ میں وفات پا گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

مرحوم کی عمر ۴۴ سال تھی اور پسماندگان میں ۵ بچے چھوڑے ہیں۔

احباب سے مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے درخواست دعا ہے۔

(میرزا احمد خاں فوٹو گرافر قادیان)

محترم قاضی عبدالحمید صاحب درویش قادیان وفات پا گئے

افسوس! مکرم قاضی عبدالحمید صاحب درویش قادیان ولد مکرم قاضی عبدالعزیز صاحب مورخہ ۱۲ جون ۱۹۹۵ء صبح تین بجے اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اسی روز صبح گیارہ بجے مدرسہ احمدیہ کے صحن میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان نے نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ درویشان میں تدفین عمل میں آئی۔

مرحوم ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئے پیدائشی احمدی تھے۔ پرائمری تک تعلیم حاصل کی ڈرائیور۔ موٹر مکینک اور کتابت کا فن سیکھا اور لاہور کے مفید عام پریس میں کچھ عرصہ کام کیا ۱۹۴۲ء میں فوج میں بھرتی ہو گئے اور بطور جنرل فٹر کام کیا اپنے والد صاحب کی وفات پر جنوری ۱۹۴۷ء میں فوج سے ڈسچارج ہو کر قادیان آ گئے آپ دو بھائی تھے تقسیم ملک کے وقت دونوں بھائیوں نے حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر اپنے آپ کو پیش کر دیا لیکن چھوٹے بھائی قاضی مبارک احمد صاحب واقف زندگی ہونے کی وجہ سے پاکستان چلے گئے اور آپ کو درویشی کی سعادت نصیب ہوئی۔ تقسیم ملک کے بعد حفاظت مقامات مقدسہ کے لئے مختلف ڈیوٹیاں انجام دیں۔

اخبار بدر کے تقسیم ملک کے بعد اجراء پر آپ اس کے اولین کاتب رہے اور ایک لمبے عرصہ تک اکیلے کتابت کرتے رہے۔ اپنے فن کتابت کو بہت سے نوجوانوں کو سکھایا۔ اس کے بعد مختلف دفاتر میں بھی کام کرنے کا موقعہ ملا ۱۹۷۹ء میں ملازمت سے ریٹائر ہوئے اور اپنا ذاتی کام شروع کیا۔

مرحوم تہجد گزار صوم و صلوٰۃ کے پابند منکسر المزاج نیک صابر و شاکر اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ سوا چار سال قبل آپ کی اہلیہ صاحبہ بھی وفات پا چکی تھیں۔ آپ نے اپنے پیچھے تین بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں جو سبھی شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

۲۔ میرا بھانجا و داماد سراج النبی فاروقی ولد غلام نبی فاروقی ربوہ مرحوم مورخہ ۹۵-۶-۲ بروز جمعہ اور مورخہ ۹۵/۶/۳ بروز ہفتہ کی درمیانی شب رات دو بجے ہارٹ فیل ہو جانے کے باعث الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون مرحوم ایک لمبے عرصے سے سول ہسپتال چنیوٹ میں ایک ڈسپنسر کی حیثیت سے عوام الناس کی خدمت کرتے رہے ہیں۔ اس دوران ہمیشہ سلسلہ کی خدمت کو اولین ترجیح دیتے تھے۔

انتہائی کم گو نیک اور بزرگوں کا عزت و احترام کرنے والے تھے۔ مرحوم عبدالغفور صاحب فاروقی آف جے پور کے نواسے اور عبدالشکور صاحب فاروقی جے پور کے بھانجے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو بلندی درجات اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور بچوں کی اپنے خزانوں سے کفالت فرمائے۔

(امۃ الوکیل اہلیہ محترم حکیم دین محمد صاحب صحابیؓ)

درخواست دعا میرا بھائی میر الدین پیشاب کی تکلیف سے بیمار ہے ۱۷ جولائی کو چھنڈی گڑھ میں اپریشن ہوگا۔ اپریشن کی کامیابی کے لئے احباب سے دعا کی درخواست ہے۔ (بشیر الدین ولد زین محمد درویش قادیان)

بقیہ اداریہ صفحہ نمبر ۲

بقیہ اداریہ صفحہ نمبر ۲

اور خدا کی خوشنودی کا ذریعہ ہوں گے۔

پس ایک سے زائد شادیوں کی اسلامی اجازت نہایت پاکیزہ مقدس اور فطری اجازت ہے جس سے انفرادی و معاشرتی فطری تقاضے پورے ہوتے ہیں اور اگر یہ ایک فطری تقاضا ہے اور اسلام نے اسی فطری تقاضے کو مدنظر رکھا ہے تو کیوں نہ اسے اپنایا جائے؟ دوسری طرف حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ہندو مذہب کی بعض شاخوں میں اگرچہ تعدد ازدواج سے انکار کیا گیا ہے لیکن اولاد حاصل کرنے کے لئے وید کے حوالہ سے نیوگ نام کی ایسی رسم کا سہارا لیا گیا ہے۔ (ستیارتھ پرکاش مصنفہ پنڈت دیانند سرسوتی) جس کا نام لینے سے اسی فرقہ کے لوگ بھی شرماتے ہیں۔ آج ہندو بھی یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس کا حل نیوگ نہیں بلکہ اسلامی قانون تعدد ازدواج ہی ہے۔ اس بناء پر چاہیئے تو یہ کہ بجائے اسلامی قانون تعدد ازدواج پر اعتراض کرنے کے اگر یہ حقیقی اور فطری ضرورت ہے اور مسلمانوں کے مقابلہ پر ہندوؤں کی اکثریت اس پر عامل بھی ہے۔ تو اس صورتِ حال کو قانونی شکل دینے میں حرج ہی کیا ہے۔

چنانچہ ۱۹۷۵ء میں ہندوستان میں خواتین کی حالت وحیثیت کے بارہ میں حکومتی سطح پر قائم ایک کمیٹی کی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے میں ہندو مسلمانوں سے بہت آگے ہیں۔

رپورٹ کے مطابق ۱۹۳۱-۴۱ کی مردم شماری میں ایک سے زیادہ شادیاں کرنے والے ہندوؤں کا اوسط ۶.۸ فی صد اور مسلمانوں کا ۷.۳ فی صد تھا ۱۹۴۱-۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوؤں میں یہ اوسط ۷.۲ فی صد ہوگیا جبکہ مسلمانوں کا اوسط ۷ فی صد تھا ۱۹۵۱-۶۱ کی مردم شماری کے مطابق ایک سے زیادہ شادیاں کرنے والوں کا اوسط ۵.۱ فی صد اور مسلمانوں میں ۴.۳ فی صد تھا۔

(آزاد ہند کلکتہ ۱۵ر جون ۱۹۹۳ء)

ان حالات کی روشنی میں اس مسئلے کا حقیقی حل پھر یہی ہے کہ ہندو لاء ماضی کی طرح آج بھی مسلم لاء سے اس معاملے میں اشتراک کرے جس طرح ماضی میں طلاق۔ شادی۔ بیوہ کے نکاح اور بال وواہ کے خاتمے کے تعلق میں اشتراک کیا گیا ہے آج حقیقی ضرورت کے پیش نظر تعدد ازدواج کے اس اسلامی اصول کو بھی ہندو لاء میں شامل کر لیا جائے اور جب ماضی میں قرآن مجید کے سنہری اصولوں کو لینے میں ہندو بزرگوں نے کوئی شرم یا ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی بلکہ انصاف اور معاشرے کے سکون کے پیش نظر ان اصولوں کو اپنا لیا ہے تو آج بھی بجائے مسلمانوں سے تعدد ازدواج کو ختم کرنے کے ہندو میرج ایکٹ میں اسے شامل کر لیا جائے۔ اس سے ہندوؤں کو دوہرا فائدہ ہوگا۔ ایک تو یہ کہ آج جو ہزاروں کی تعداد میں ہندو ایک سے زیادہ شادیاں کئے ہوئے ہیں ان کی شادیاں قانونی قرار پائیں گی دوسرے یہ کہ محض شادی کی خاطر ہندو مذہب کو خیرباد کہنے والے اپنے ہی مذہب میں رہیں گے لیکن انصاف کی بات تو یہ ہے کہ تعصب و تنگ نظری کو ہی خیرباد کہہ کر اس مذہب پر ضرور غور کرنا چاہیئے جس کا احسان آج ہندو لاء پر ہے اور جس سے ہندو بھائیوں کے علاوہ بدھ، جینی اور سکھ وغیرہ کئی کروڑ افراد فائدے حاصل کر رہے ہیں۔

باقی آئندہ

(منیر احمد خادم)

ہر موصی کو مالی قربانی میں بھی صفِ اوّل میں ہونا ضروری ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے موصی صاحبان کو اُن کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا:

"وصیت کا نظام اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاری کردہ ہے اس کی شرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقرر کردہ ہے۔ کوئی خلیفہ اس کو بدل نہیں سکتا ۱/۱۰ حصہ کی شرح جاری رہے گی۔ اس لئے جو شخص وصیت کر کے ۱/۱۰ کا وعدہ کرتا ہے اور دیتا اس سے بہت کم وہ موصی نہیں رہتا۔ موصی وہ ہوتا ہے جو اخلاص میں دینداری، تقویٰ و طہارت اخلاق اور تمام دوسرے معاملات میں صفِ اوّل میں ہو۔ اسی طرح اس کا مالی قربانی میں بھی صفِ اول میں ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی موصی اس معیار پر پورا نہیں اترتا اسے ازراہ احسان موصیوں کی فہرست سے خارج کر دینا چاہیئے۔ اس کے لئے یہی بہتر ہے۔ ورنہ اس کی موت اس حال میں ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدعہدی کا مرتکب ہو رہا ہوگا۔"

حضور ایدہ اللہ نے عہدیداران جماعت کو یہ ہدایت فرمائی کہ:—

"ایک موصی اپنی جو آمدنی بتاتا ہے چھان بین کئے بغیر اُسے درست مان لیں اور شرح کے مطابق اس آمدنی پر اس سے چندہ لیں۔ لیکن اگر اس امر کا قطعی اور حتمی ثبوت موجود ہو کہ وہ اصل آمدنی سے کم آمدنی بتا رہا ہے اُسے تسلیم نہ کریں کیونکہ اس کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ عملاً جھوٹ کا مرتکب ہو رہا ہے۔ جھوٹ بولنے والا موصی کیسے ہو سکتا ہے"۔ (ہفت روزہ بدر قادیان ۴ر نومبر ۱۹۸۲ء صفحہ ۵)

سیکرٹری مجلس کارپرداز قادیان

طالبِ دُعا: محبوب عالم ابن محترم حافظ عبد المنان صاحب مرحوم

M/s NISHA LEATHER

SPECIALIST IN: LEATHER BELTS. LEATHER LADIES AND GENTS BAG, JACKETS, WALLETS ETC.

19 A, JAWHARLAL NAHRU ROAD
CALCUTTA - 700081

Star★ CHAPPALS

WHOLLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS
105/661, OPP, BLOCK NO 7, FAHIMABAD COLONY
KANPUR-1 PIN- 208001

C.K.ALAVI RABWAH WOOD INDUSTRIES
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM - 679339 (KERALA)

TIMBER LOGS SAWN SIZE

TEAK POLES & WOODEN FURNITURE

FOR
DOLOO SUPREME CTC TEA IN 100 Gms & 200 Gms POUCHES
contact TAAS CO
P-48- PRINCEP STREET:- CALCUTTA-700072.
PHONES- 263287 279302

پادری چرچ کی ملازمت کو خیرباد کہہ رہے ہیں

مجرد رہنے کے اصول کی پابندی برداشت نہ ہو سکی

(مکرم منیر احمد چوہدری پریس سیکرٹری جماعت احمدیہ لندن)

لندن میں ایک کتاب
A PASSION FOR PRIESTS
حال ہی میں شائع ہوئی ہے جس میں کتاب کی مصنفہ CLARE JENKINS نے دعویٰ کیا ہے کہ ۱۹۷۰ سے لے کر آج تک تقریباً ایک لاکھ پادری اپنے عہدہ کو خیرباد کہہ چکے ہیں ان میں سے بیشتر کو مجرد رہنے کے اصول کی خلاف ورزی کی وجہ سے چرچ کی ملازمت سے نکال دیا گیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس غیر فطری پابندی کی وجہ سے ٹریننگ حاصل کرنے والے پادریوں کی تعداد میں خاصی کمی آچکی ہے چنانچہ ۱۹۶۵ء میں ۴۸ ہزار نوجوان رومن کیتھولک پادری بننے کے لیے تربیت پارہے تھے مگر آج کل یہ تعداد کم ہو کر صرف دس ہزار رہ گئی ہے۔

کتاب کے مصنف کے مطابق رومن کیتھولک پادریوں میں بھی شادی کا رواج بڑھ رہا ہے اور اکثر ایسے واقعات اخبارات کی زینت بنتے ہیں جن میں ایسے پادریوں کے عورتوں کے ساتھ تعلقات کی خبریں شائع ہوتی ہیں۔ بیشتر ایسے واقعات میں بدنامی سے بچنے کے لئے چرچ کی انتظامیہ ایسے پادریوں کو تبدیل کرکے دوسرے علاقوں میں بھجوادیتی ہے۔ اسی سلسلہ میں آئرلینڈ میں ۱۹۹۲ میں بشپ آف گالوے کا معاشقہ امریکن عورت ANNIE MURPHY کے ساتھ منظر عام پر آیا جس نے چرچ میں ہلچل مچادی۔ ان تعلقات کی بدولت ANNIE کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جسے بشپ نے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ ANNIE نے اپنے اس معاشقے کے بارے میں ایک کتاب بھی لکھی جو بہت مقبول ہوئی۔

جنکنز نے کہا ہے کہ مجرد زندگی بسر کرنے کا اصول ابتدائی چرچ میں موجود نہیں تھا۔ بلکہ اس کا رواج بہت بعد میں ہوا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے وہ کہتی ہیں کہ "بیسویں صدی کے آخری حصے میں پہنچ کر ہمیں ایک ایسے قانون کو وقعت نہیں دینی چاہیئے جن کا وجود ابتدائی چرچ میں نہیں ملتا بلکہ وہ صرف ۸۰۰ سال پرانا ہے اور جس کی وجہ سے رومن کیتھولک فرقہ عظیم بحران میں مبتلا ہے۔"

جنکنز نے اپنی کتاب میں پندرہ عورتوں کی کہانیاں مرتب کی ہیں جنہوں نے پادریوں کے ساتھ شادیاں کیں معاشرے نے ان کو مطعون کیا اور اس طرح ان جوڑوں کو بہت سے مصائب جھیلنے پڑے۔ ایسے خاندانوں کی راہنمائی کے لئے برطانیہ میں بعض سوسائٹیاں بنی ہوئی ہیں جو اس مشکل وقت میں ان کی اعانت کرتی ہیں تاکہ وہ اپنی زندگیاں نارمل طور پر گزار سکیں

ایک کہانی فادر JOHN LEIGHTON CRAWFORD کی ہے جو ڈیگنہم DAGENHAM کے علاقہ میں واقع چرچ آف ہولی فیملی میں انچارج پادری کی حیثیت سے کام کرتا تھا اس کی عمر ۵۶ سال تھی اور وہ عرصہ ۱۹ سال سے پادری کے عہدہ پر تھا۔ ۱۹۷۶ میں اس نے چرچ میں کام کرنے والی ایک ۲۵ سالہ شادی شدہ عورت سے جس کے تین بچے تھے تعلقات استوار کر لئے اور بعد میں شادی کرلی بشپ نے اس کی مخالفت کی لہذا اسے چرچ کی ملازمت سے علیحدہ ہونا پڑا۔ علیحدگی کے بعد بھی یہ دونوں چرچ میں عبادت کے لئے آتے رہے مگر بعض افراد نے اس کا برا منایا اور آخرکار چرچ کی انتظامیہ نے ان کا داخلہ چرچ میں بند کردیا۔

عورت کا پہلا خاوند اس معاشقے کی خبروں سے تنگ آکر بچے سے گھر چھوڑ کر چلا گیا۔

پادری خلان آج بھی پادری کے فرائض سرانجام دیگا

ہے۔ اس کو کبھی کبھار بچے کی پیدائش یا کسی کی وفات پر رسوم کے لئے بلالیا جاتا ہے۔ اور کئی دفعہ وہ لوگوں کو اکٹھا کرکے اپنے گھر کی بیٹھک میں عبادت بجالاتا ہے۔

(۵)

ضروری اعلان

بابت داخلہ مدرسہ احمدیہ قادیان

احباب جماعت کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مدرسہ احمدیہ کا نیا تعلیمی سال ۱۶ راگست ۱۹۹۵ء کو شروع ہوگا خواہشمند امیدوار درج ذیل کوائف کے ہمراہ اپنی درخواستیں مطبوعہ فارم پر نظارت تعلیم میں ارسال کریں۔ داخلہ فارم نظارت تعلیم سے حاصل کرسکتے ہیں۔

داخلے کی شرائط:- (۱)۔ درخواست دہندہ واقف زندگی ہو یا اپنی زندگی وقف کرنے کا خواہشمند ہو۔ (۲) جسمانی و ذہنی طور پر صحت مند ہو۔
(۳)۔ کم از کم میٹرک پاس یا اس کے برابر تعلیم حاصل کی ہو۔
(۴)۔ قرآن کریم ناظرہ جانتا ہو۔ (۵)۔ عمر ۱۷ سال سے زائد نہ ہو گر بجویٹ پاس کی عمر ۲۲ سال سے زائد نہ ہو۔ استثنائی صورت میں عمر میں چھوٹ دیئے جانے پر غور ہوسکتا۔ حفظ کلاس کے لئے عمر ۱۰ سال سے زائد نہ ہو۔ قرآن کریم ناظرہ روانی کے ساتھ پڑھ سکتا ہو۔ (۶) امیر جماعت / صدر جماعت مطمئن ہو کہ درخواست دہندہ وقف اور داخلے کے لئے موزوں ہے۔ (۷) درخواست دہندہ اپنے سندات کی مصدقہ نقول مع ہیلتھ سرٹیفیکیٹ امیر / صدر جماعت کی رپورٹ کے ساتھ معہ دو عدد فوٹوگراف پاسپورٹ سائز ۱۰ رجولائی ۱۹۹۵ء تک ارسال کریں۔
(۸)۔ تحریری ٹیسٹ و انٹرویو میں معیار پر پورا اترنے والے طلباء کو ہی مدرسہ احمدیہ میں داخل کیا جائیگا۔ انٹرویو کی اطلاع بعد جائزہ درخواست بعد میں انفرادی طور پر کی جائیگی۔

نوٹ (i) قادیان آنے کے لئے سفر کے اخراجات امیدوار کو خود برداشت کرنے ہوں گے۔ (ii) ٹیسٹ و انٹرویو میں فیل ہوجانے کی صورت میں واپسی سفر اپنے خرچ پر کرنا ہوگا۔
(iii)۔ قادیان آتے وقت اپنے ہمراہ موسم کے لحاظ سے گرم سرد کپڑے رضائی، بستر وغیرہ لے کر آئیں۔

ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان

साप्ताहिक 'बद्र'

क़ादियान [पंजाब]

सम्पादक :-
मुनीर अहमद ख़ादिम
उप सम्पादक :-
मुहम्मद नसीम खान
कुरैशी मुहम्मद फ़ज़लुल्लाह

वर्ष 2 हिन्दी भाग | 29 जून 1995 | अंक 26

पवित्र क़ुर्आन

सौगन्ध

और (चाहिए कि) तुम अल्लाह के साथ किए हुए अपने प्रण पूरे करो और क़समों को उन के पक्का करने के बाद तोड़ा न करो जब कि तुम ने अल्लाह को (उस की क़सम खा कर) अपना ज़ामिन भी ठहरा लिया हो। जो कुछ तुम करते हो निश्चय ही अल्लाह उसे जानता है।

और उस स्त्री की तरह मत बनो जिस ने अपने काते हुए सूत को उस के मज़बूत हो जाने के बाद काट कर टुकड़े-टुकड़े कर दिया था। (इसी प्रकार) इस डर से कि कोई जाति किसी दूसरी जाति के मुक़ाबिले में अधिक शक्तिशाली न हो जाए तुम अपनी क़समों को छल-कपट द्वारा आपस में एक दूसरे से प्रभाव बढ़ाने का साधन बना लो। अल्लाह तो केवल इन आदेशों के द्वारा तुम्हारी परीक्षा कर रहा है और क़ियामत के दिन तुम पर सारी वास्तविकता अवश्य खोल देगा। (अल्-नहल)

वस्त्र

हज़रत हुज़ैफ़ः (अल्लाह उन से राज़ी हो) वर्णन करते हैं कि हज़रत मुहम्मद मुस्तफ़ा सल्लअम ने हमें रेशम के कपड़ो के प्रयोग से रोका तथा सोने और चांदी के बर्तनों में भोजन करने से भी मनाही की और फ़रमाया यह चीजें इस संसार में दूसरे लोगों के लिए हैं और क़ियामत में तुम्हारे में तुम्हारे लिए हैं।

(मुस्लिम शरीफ़ किताबुल्लिबास भाग 2 पृष्ठ 312)

हज़रत अबूसईद ख़ुद्री (अल्लाह उन से राज़ी हो) वर्णन करते हैं कि हज़रत मुहम्मद मुस्तफ़ा सल्लअम जब कभी नया कपड़ा पहनते तो उस का नाम लेते जैसे पगड़ी, कुरता, चादर। फिर आप प्रार्थना करते हे अल्लाह हर प्रकार की स्तुति तेरे लिए है। तू ने ही मुझे यह कपड़ा पहनाया। मैं तुझ से इस कपड़े का लाभ मांगता हूं तथा इस की भलाई चाहता हूं और उस की भी भी भलाई चाहता हूं जिस के लिए यह बनाया गया है और तुझ से इस कपड़े की किसी प्रकार की बुराई से शरण मांगता हूं और यदि इस कपड़े के बनाने में कोई बुराई भी सामने रखी गई है तो उस से भी तेरी शरण चाहता हूं।

(तिर्मिज़ी शरीफ़ किताबुल्लिबास भाग 1 पृष्ठ 209)

हज़रत अबू मूसा अश्अरी (अल्लाह उन से राज़ी हो) वर्णन करते हैं कि हज़रत मुहम्मद मुस्तफ़ा सल्लअम ने फ़रमाया, "पवित्र और साफ़ सुथरा रहना ईमान का एक हिस्सा है।"

(मुस्लिम शरीफ़ किताबुत्तहारत भाग 1 पृष्ठ 95)

हज़रत आइशा (अल्लाह उन से राज़ी हो) वर्णन करती हैं कि हज़रत मुहम्मद मुस्तफ़ा सल्लअम ने फ़रमाया, "दतुवन करने से मुंह साफ़ रहता है और इस से अल्लाह भी राज़ी रहता है।"

(निसाई शरीफ़ भाग 1 पृष्ठ 3)

वही और इल्हाम

"जब परमेश्वर अपने भक्त को किसी परोक्ष बात पर उस की दुआ के पश्चात् अथवा स्वयं ही सूचित करना चाहता है तो सहसा एक बेहोशी और तल्लीनता की अवस्था उस पर पैदा कर देता है, जिस से वह अपने अस्तित्व को बिल्कुल भूल जाता है और उस तल्लीनता और बेहोशी मे डूब जाता है जैसे कोई पानी में गोता मार कर नीचे चला जाता है। अस्तु जब भक्त तल्लीनता और ध्यानावस्था से जो जल में गोता लगाने के अति समरूप है, बाहर आता है तो अपने अन्तःकरण में कुछ ऐसा अनुभव करता है जैसे वहां एक ध्वनि की गूंज हो रही है और जब वह गूंज कुछ कम होती है तो सहसा उसको अपने अन्दर से एक अत्यन्त सार्थक और समुचित और सूक्ष्म और आनन्दप्रद कलाम का अनुभव हो जाता है। यह तल्लीनता का गोता आश्चर्य जनक घटना है जिस के चमत्कारों का वर्णन करने के लिए शब्दों में सामर्थ्य नहीं। यही अवस्था है जिससे प्रभु के तत्व ज्ञान का स्रोत उस पर फूट पड़ता है क्योंकि जब बार-बार दुआ करने के समय अल्लाह तआला उस गोता और तल्लीनता की अवस्था अपने भक्त पर आच्छादित करने पर प्रत्येक प्रार्थना का उसको एक सूक्ष्म और आनन्दप्रद कलाम में उत्तर देता है और प्रत्येक प्रश्न पर वह भेद उस पर खोलता है जिनका खुलना मानवीय शक्ति से बाहर है, तो यह बात उसके लिए और अधिक ईश्वर-ज्ञान और प्रभु की पूर्ण पहचान का कारण बन जाती है। भक्त का दुआ करना और खुदा तआला का अपनी उपास्य-शक्ति के तेज से प्रत्येक दुआ का उत्तर देना यह एक ऐसी बात है मानों इस जगत् में भक्त अपने प्रभु का साक्षात्कार कर लेता है और दोनों जगत् उसके लिए समरूप हो जाते हैं उनमें तनिक भी अन्तर नहीं रहता।"

रुहानी ख़ज़ायन भाग-1, पृष्ठ 290-262, बराहीन अहमदिय्या हाशिया दर हाशिया पृष्ठ 260-262

नज़्म

नूर फ़ुर्क़ां है जो सब नूरों से अजला निकला
पाक वह जिस से यह अन्वार का दरिया निकला।
हक़ की तौहीद का मुर्झा ही चला था पौदा
ना गहां ग़ैब से यह चश्मए उस्फ़ा निकला।
या इलाही तेरा फ़ुर्क़ां है कि इक आलम है
जो ज़रूरी था वह इस में मोहय्या निकला।
सब जगह छान चुके, सारी दकानें देखीं
मए इर्फ़ा का यही एक शीशा निकला।
किस से इस नूर की हो जहां में तश्बीह
वह तो हर बात में हर वस्फ़ में यकता निकला।
पहले समझे थे कि मूसा का असा है फ़ुर्क़ां
फिर जो सोचा तो हर इक लफ़्ज़ मसीहा निकला।
है क़सूर अपना ही अन्धों का वगरना यह नूर
ऐसा चमका है कि सद नय्यरे बैज़ा निकला।
ज़िन्दगी ऐसों की क्या खाक है दुनिया में
जिनका इस नूर के होते हुए भी दिल आमा निकला।

अनाथों के प्रति नियम

साधारण मुस्लिम नागरिक के कुछेक उदाहरण उपस्थित करने के पश्चात् अब मैं उन आदेशों और नियमों का वर्णन करता हूं जोसभ्यता का एक महत्वपूर्ण अंग है किन्तु साधारणतया लोग उन कीओर ध्यान नही देते । मेरा संकेत अनाथों के अधिकारों की ओर है कोई जाति जीवित नहीं रह सकती जिसके अनाथों का सन्तोष-जनक प्रबन्ध न हो। इस्लाम ने सभ्यता के इस अंग के आदेशों पर भी अत्यन्त सुचारु रुप से प्रकाश डाला है ।

अनाथों के लिए आदेश है कि उनका कोई सरपरस्त या अविभावक नियुक्त किया जाए । जो परिजनों में से सबसे निकटवर्ती सम्बन्धी होना चाहिए । उनकी सम्पत्ति की पूरी पूरी रक्षा की जाए । जो अविभावक नियुक्त हो यदि निर्धन हो तो परिश्रम के अनुसार उसे कुछ प्रतिदान दिया जाए यदि धनवान हो तो बिना कुछ लिए कार्य करे । अनाथों को अनपढ़ तथा अनभिज्ञ नहीं रखना चाहिए अपितु जो पेशा या कार्य उनके अनुसार हो उनका पैतृक कारोबार अथवा जिसकी ओर उनकी विशेष वृत्ति हो उनको सिखाया जाए । उनके आचरण तथा चरित्र का विशेष तौर पर ध्यान रखा जाए । न तो इतना स्वतन्त्र रखा जाए कि उनके चरित्र भ्रष्ट हो जाए एवं न इतनी कठोरता का प्रयोग किया जाए कि उनकी नैसर्गिक शक्तियां सर्वथा कुचली जाएं एवं उनकी उन्नति करने की शक्ति ही क्षीण हो जाए । उनसे लेन देन तथा दूसरे सम्बन्ध बनाते समय प्रेम तथा सहानुभूति का विशेष तौर पर ध्यान रखा जाए क्योंकि उनके हृदय सर्वथा कोमल होते हैं एवं वे उस वदान्यता तथा बहुमूल्य धन से जो सब से अधिक मूल्यवान है अर्थात् माता-पिता के प्रेम उस से वंचित होते हैं । जब वे बालिग अर्थात् वयस्क हो जाएं तो उस समय से सरकार उनकी बुद्धि तथा अनुभवों का ध्यान रखना प्रारम्भ करे एवं यदि उनमें अपनी धन-सम्पत्ति की सुरक्षा की योग्यता जिस समय देखे उसकी सम्पत्ति उसके सुपुर्द कर दें। किन्तु यदि उनकी बुद्धि में विकार का आभास हो अथवा बुद्धि में इतनी दुर्बलता प्रतीत हो कि वे अपनी सम्पत्ति की रक्षा नहीं कर सकते तो उनको उनकी सम्पत्ति न दी जाए अपितु वह निरन्तर पूर्ववत निरीक्षण में रहे और उस में से उसके भोजन वस्त्र इत्यादि के आवश्यक व्यय किये जाते रहें ।

(हज़रत मिर्ज़ा बशीरुद्दीन महमूद अहमद)

प्रभू-प्रेम

हमारे स्वभाव में तो यह शिक्षा प्रविष्ट है । इसी मिट्टी से हम गुंधे हुए लोग हैं । अतः यह कैसे सम्भव है कि वह दुख और कष्ट जिन के भय से हज़रत मुहम्मद मुस्तफ़ा तथा आप के अनु-यायी पीछे नहीं हटे थे और अाखिरी सांस तक अपने परमात्मा की ओर बुलाते रहे, हम अपनी प्रतिज्ञा भंग कर के आप से विमुख हो जायें और परमात्मा की ओर बुलाने से पीछे हट जायें । हम तो नवीन रुप से प्रतिज्ञा कर चुके हैं ।

हम जिन्होंने हज़रत मुहम्मद मुस्तफ़ा के आध्यात्मिक पुत्र हज़रत इमाम महदी, मसीह मौऊद को सच्चा समझा तथा आप को स्वीकार किया और आप के हाथ पर नये सिरे से वह प्रतिज्ञायें कीं जो इस से पहले हज़रत मुहम्मद मुस्तफ़ा के हाथ पर की जा चुकी थीं । इस लिये हम परमात्मा की ओर बुलाने से कैसे रुक जायें । देखो हजरत इमाम महदी, मसीह मौऊद ने किस प्रेम और मुहब्बत से परमात्मा की ओर बुलाया है, हम भी उसी परमात्मा की ओर उसी प्रेम और मुहब्बत से बुलाने वाले हैं । तुम्हें हम से कोई भय नहीं होना चाहिये । हम कभी घृणा की शिक्षा नहीं देते न पहले ऐसी शिक्षा दी है, न ही भविष्य में देंगे । हम तो हज़रत इमाम महदी, मसीह मौऊद के शब्दों में यह कहते हैं ।

हमारा स्वर्ग हमारा परमेश्वर है, हमारा सर्वश्रेष्ठ आनन्द हमारे परमेश्वर में है क्योंकि हम ने उस को देखा तथा हर प्रकार का सौंदर्य उस में पाया । यह धन प्राप्त करने योग्य है यद्यपि जान देने से मिले तथा रत्न खरीदने के योग्य हैं यद्यपि अपना जीवन देने से प्राप्त हो ।

ऐ महरुमो इस स्रोत की ओर दोड़ो कि वह तुम्हारी प्यास बुझायेगा । यह जीवन का स्रोत है जो तुम्हें बचायेगा । मैं क्या करुं और किस प्रकार इस शुभ समाचार को दिलों में बिठा दूं किस डफली से बाज़ारों में घोषणा करुं कि तुम्हारा यह परमेश्वर है ता कि लोग सुन लें और किस औषधि से मैं चकित्सा करुं तो कि सुनने के लिये लोगों के कान खुलें" ।

(किश्ती नूह पृष्ठ 30)

फिर हज़रत इमाम महदी ने हमें यह शिक्षा दी कि जाओ और लोगों को उन शब्दों में अपने परमात्मा की ओर बुलाओ :-

" हमारे परमेश्वर में अनगिनत चमत्कार हैं किन्तु उन को वही देखते हैं जो सच्चे दिल से उस के हो जाते हैं । वह (परमेश्वर) दूसरे लोगों पर जो उस की शक्तियों पर विश्वास नहीं रखते तथा उस के सच्चे भक्त नहीं अपने इन चमत्कारों को व्यक्त नहीं करता कितना भाग्यहीन है वह मनुष्य जिसे यह पता नहीं कि उस का एक परमेश्वर हैं जो सर्व-शक्तिमान है ।"

(किश्ती नूह, पृष्ठ 13)

फिर आप ने कहा-

"सच्चे लोग तो विपत्ति तथा परीक्षा के समय भी दृढ़ निश्चय तथा पक्के इरादे वाले होते हैं और वह जानते है कि अन्त में परमेश्वर हमारा सहायक होगा और परमेश्वर का यह निर्बल दास यद्यपि अच्छे मित्रों और साथियों के मिलने के कारण परमात्मा का बहुत ही कृतज्ञ है तथापि मेरा यह विश्वास है कि यदि मेरे साथ एक भी मनुष्य न रहे और सब छोड़ छाड़ कर अपनी राह लें, तब भी मुझे कुछ भी भय नहीं । मैं जानता हूं कि परमेश्वर मेरे साथ है यदि मैं पीसा जाऊ तथा कुचला जाऊ और एक कण से भी तुच्छ हो जाऊ और प्रत्येक ओर से दुख, गाली तथा धिक्कार देखूं तब भी अन्त में मैं ही विजयी रहुगा । मुझे कोई नहीं जानता केवल वही जानता है जो मेरे साथ है । मैं कदापि नष्ट नहीं हो सकता । शत्रुओं के प्रयत्न व्यर्थ हैं तथा ईर्ष्या करने वालों की योजनाएं असफल हैं ।

हे मूर्खो तथा अंधो मुझ से पहले कौन सच्चा नष्ट हुआ है जो मैं नष्ट हो जाऊंगा । परमेश्वर ने अपने किस सच्चे भक्त को अपमानित करते हुये नष्ट किया है जो मेरा नाश करेगा । निस्सन्देह याद रखो और कान खोल कर सुनो कि मेरी आत्मा नाश होने वाली नहीं तथा मेरे स्वभाव में असफलता नहीं है ।

मुझे वह साहस तथा उत्साह दिया गया है जिस के आगे पर्वत भी तुच्छ है । मैं किसी की परवाह नहीं करता ।

आप फ़रमाते है :-

मैं अकेला था तथा अकेला रहने पर अप्रसन्न नहीं । क्या परमात्मा मुझे छोड़ देगा कदापि नहीं छोड़ेगा । क्या वह मेरा नाश करदेगा, कभी नहीं शत्रु अपमानित होंगें तथा ईर्ष्या करने वाले लज्जित होंगें और परमात्मा अपने भक्त को प्रत्येक क्षेत्र में विजय देगा ।